شعبۂ تعمیر و ترقی

دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

۳ شوال ۱۳۸۸ھ مطابق ۲۵ دسمبر ۱۹۶۸

تعمیر حیات

سالانہ چندہ آٹھ روپیہ   قیمت فی پرچہ ۳۵ پیسے

مدیر — سید محمد الحسنی
معاون — سعید الاعظمی ندوی

Regd. No. L 1981   Phone 22948

TAMEER-E-HAYAT

FORTNIGHTLY

Darul Uloom Nadwatul Ulama Lucknow (India)

مکتبۂ دار العلوم کی دوسری مطبوعات

سیرت حضرت مولانا محمد علی مونگیری رحمۃ اللہ علیہ

... "البعث الاسلامی" و "تعمیر حیات" ...
... کتاب میں مولانا سید محمد علی مونگیری رحمۃ اللہ علیہ بانی ندوۃ العلماء کی سیرت اور انکی
شخصیت کے ... کو اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور ندوۃ العلماء جیسی تاریخ آفریں تحریک کا
... تعلیم و تربیت و اصلاح کے ذکر کے
... پر پوری روشنی ڈالی گئی ہے اور
اس بات کی کوشش کی گئی ہے ... کی سیرت کے ساتھ ندوۃ العلماء کی مختصر تاریخ بھی نظروں کے
سامنے آ جائے، کتاب مولانا سید ابو الحسن علی ندوی مدظلہ کے مقدمے سے مزین ہے!

مسئلۂ ختم نبوت — علم و عقل کی روشنی میں

تالیف: مولانا محمد اسحاق صاحب سندیلوی ندوی، استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء
اس کتاب میں مسئلۂ ختم نبوت کو ٹھوس علمی و تحقیقی انداز میں ثابت کیا گیا اور عقیدۂ ختم
نبوت کی اہمیت اور ضرورت کو خالص علمی و عقلی دلائل سے واضح کیا گیا ہے، ہر صاحب
عقل سلیم اس کتاب کے مطالعہ کے بعد ختم نبوت کا قائل ہو جائیگا، قادیانیت کے طلسم میں
گرفتار اور عقیدۂ ختم نبوت میں شک و شبہ کرنیوالے افراد کے حق میں یہ فاضلانہ تصنیف
روشنی کا ایک عظیم مینار ہے!   قیمت:- ۲ روپئے ۲۵ نئے پیسے

جزیرۃ العرب

از مولانا محمد رابع ندوی، استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء

یہ جغرافیہ کی کوئی خشک کتاب نہیں بلکہ اس میں سیرت و تاریخ
و ادب عالی کو بھی پیش نظر رکھا گیا ہے اسکی وجہ سے کسی جگہ
کی جغرافیائی اہمیت کیساتھ اسکی دینی اور ادبی اہمیت بھی
نظروں کے سامنے آجاتی ہے، اس سلسلہ میں قدیم و جدید
دونوں ماخذ سے استفادہ کیا گیا ہے، اہم مقامات کے قدیم
ناموں کیساتھ جدید نام بھی بتلائے گئے ہیں اور جابجا
وضاحتی نقشے بھی دیئے گئے ہیں، اسکا تذکرہ عالم عربی
کے اخبارات نے اچھے انداز میں کیا ہے، دار العلوم
ندوۃ العلماء کے نصاب میں بھی داخل ہے اپنے موضوع
پر ایک منفرد کتاب۔   قیمت ۵ روپیہ

تذکرہ حضرت مولانا فضل رحمٰن

از مولانا ابو الحسن علی حسنی ندوی

چودھویں صدی ہجری کے مشہور و مقبول بزرگ
مولانا حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی کی سوانح، سیرت، حالات، ارشادات و
ملفوظات جن کو پڑھ کر یہ تاثر ہوتا ہے اور صاف
معلوم ہوتا ہے کہ تصوف، شریعت سے علیحدہ کوئی
چیز نہیں بلکہ عین شریعت کی روح ہے، وہ حضرات
جو درد و محبت کے جویا اور یقین کے طالب ہیں
ان کیلئے یہ کتاب بیش قیمت تحفہ ہے۔
قیمت عہ

مبلغ اعظم
حضرت مولانا محمد یوسف (رحمۃ اللہ علیہ)
کی
سوانح حیات اور تبلیغی زندگی پر
حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہ
کی پسند فرمودہ کتاب سوانح مولانا محمد یوسف رح
مجلد خوبصورت ڈسٹ کور ۲۲—۱۸ صفحات ۷۱۲
مولفہ مولانا محمد ثانی
قیمت ۱۰ روپیہ

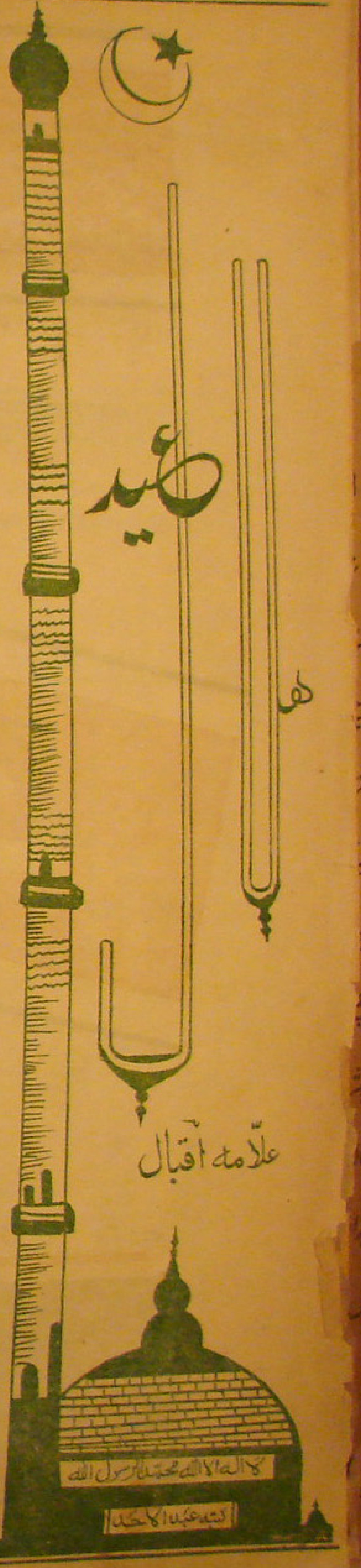

عید

علامہ اقبال

عزّہ شوال! اے نورِ نگاہ روزہ دار
آ کہ تھے تیرے لئے مسلم سراپا انتظار

تیری پیشانی پہ تحریرِ پیامِ عید ہے
شام تیری کیا ہے صبحِ عیش کی تمہید ہے

سرگذشتِ ملتِ بیضا کا تو آئینہ ہے
اے مہِ نو! ہمکو تجھ سے الفتِ دیرینہ ہے

جس علم کے سائے میں تیغ آزما ہوتے تھے ہم
دشمنوں کے خون سے رنگیں قبا ہوتے تھے ہم

تیری قسمت میں ہم آغوشی اسی رایت کی ہے
حسنِ روز افزوں سے تیرے آبروملت کی ہے

آشنا پرور ہے قوم اپنی وفا آئیں ترا
ہے محبت خیز یہ پیراہنِ سیمیں ترا

اوجِ گردوں سے ذرا دنیا کی بستی دیکھ لے
اپنی رفعت سے ہمارے گھر کی پستی دیکھ لے

قافلے دیکھ اور ان کی برق رفتاری بھی دیکھ
رہروِ درماندہ کی منزل سے بیزاری بھی دیکھ

دیکھکر تجھکو افق پر ہم لٹاتے تھے گہر
اے تہی ساغر! ہماری آج ناداری بھی دیکھ

فرقہ آرائی کی زنجیروں میں ہیں مسلم اسیر
اپنی آزادی بھی دیکھ انکی گرفتاری بھی دیکھ

دیکھ مسجد میں شکستِ رشتۂ تسبیحِ شیخ
بتکدہ میں برہمن کی پختہ زناری بھی دیکھ

کافروں کی مسلم آئینی کا بھی نظارہ کر
اور اپنے مسلموں کی مسلم آزاری بھی دیکھ

بارشِ سنگِ حوادث کا تماشائی بھی ہو
امتِ مرحوم کی آئینہ دیواری بھی دیکھ

ہاں تملق پیشگی دیکھ آبرو والوں کی تو
اور جو بے آبرو تھے ان کی خودداری بھی دیکھ

جس کو ہم نے آشنا لطفِ تکلم سے کیا
اس حریفِ بے زباں کی گرم گفتاری بھی دیکھ

سازِ عشرت کی صدا مغرب کے ایوانوں میں سن
اور ایراں میں ذرا ماتم کی تیاری بھی دیکھ

چاک کردی ترکِ ناداں نے خلافت کی قبا
سادگی مسلم کی دیکھ اوروں کی عیاری بھی دیکھ

صورتِ آئینہ سب کچھ دیکھ اور خاموش رہ
شورشِ امروز میں محوِ سرودِ دوش رہ

پندرہ روزہ ۱۵

لکھنؤ

تعمیرِ حیات

شعبۂ تعمیر و ترقی دار العلوم ندوۃ العلماء

لکھنؤ

شمارہ نمبر ۲	جلد نمبر ۶

۳ شوال المکرم ۱۳۸۸ھ ہجری
مطابق
۲۵ دسمبر ۱۹۶۸ء

ترتیبِ مضامین

اداریہ
فضائلِ عید الفطر
یک دو ساعت صحبتے با اہلِ دل
اسلامی تنظیم
تاریخِ اسلام کا ایک واقعہ
ہم گناہ سے کیسے بچیں
مٹ جائیگی جبکہ ترے سجدوں کی حقیقت
زیتون کا درخت
یروشلم
مکتوب مکۃ المکرمہ
سنگ و خشت
نتیجہ امتحان
اپیل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلامی اجتماعیت کا مظاہر

رمضان کے بعد عید

سعید الاعظمی ندوی

اسلامی نظامِ زندگی اجتماعیت کا جو ہمہ گیر اور جامع تصور پیش کرتا ہے، دنیا کا ہر نظامِ زندگی اور ہر نظریہ اسکی مثال پیش کرنے سے قاصر اور زندگی کا اجتماعی کردار ادا کرنے میں ناکام رہا، یہی وجہ ہے کہ اسلامی سوسائٹی کو اجتماعیت کو عملی شکل میں بروئے کار لانے اور اسکو عملی جامہ پہنانے کیلئے وہ تمام طریقے اختیار کرتی ہے جو اجتماعی شیرازہ کو اکٹھا رکھ سکیں اور انسانی وحدت کو مستحکم بنا سکیں، زندگی کا کوئی شعبہ اس وحدت کو اسوقت تک برقرار نہیں رکھ سکتا جبتک کہ وہ فطری طریق کار پر عمل پیرا نہ ہو اور انسانی مزاج سے پوری طرح ہم آہنگ نہ ہو، باطل نظامہائے زندگی اجتماعیت، وحدت اور اتحاد و ہم آہنگی کا نعرہ بلند کرنے میں سب سے پیش پیش ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان کی سب سے بڑی ناکامی یہی ہے کہ وہ کسی درجہ میں بھی اجتماعی اصولوں کو نہیں اپنا سکے بلکہ انفرادیت اور علیحدگی پسندگی کے رجحان کو تقویت پہونچانے میں انھوں نے اندرونی طور پر بڑا رول ادا کیا، اور انسانی خاندان کو رنگ و نسل، قوم وطن، مذہب وتمدن، زبان وادب، سیاست وثقافت کی بنیادوں پر اس طرح تقسیم کردیا کہ انسان انھیں چند خانوں میں محصور ہوکر رہ گیا اور اس کی بلند پروازی کی ساری طاقتیں سمٹ کر فنا ہوگئیں، علامہ اقبال کی زبان میں سے

نسل، قومیت، کلیسا، سلطنت، تہذیب، رنگ
خواجگی نے خوب چن چن کر بنائے مسکرات

اسلامی عبادات میں روزے کو جو اہمیت حاصل ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں، یہ نہ صرف تزکیۂ نفس اور روحانی پاکیزگی حاصل کرنے کا ایک ذریعہ ہے بلکہ اسی کے ساتھ ساتھ اس میں اجتماعیت ومساوات کے وہ اعلیٰ مظاہر بھی موجود ہیں جو انسان کو اس کی انفرادی واجتماعی زندگی میں سعادت ومسرت سے ہمکنار کرتے ہیں اور احکامِ الٰہی کے سامنے ہر فرد میں عبودیت، عجز اور درماندگی کا وہ احساس پیدا کرتے ہیں جو بحیثیت انسان کے ہر شخص کا ایک قدر مشترک سرمایہ ہے اور جس کے بغیر انسانیت کی تکمیل ناممکن ہے، یہ روزے ہی کا فضل تھا کہ پورے عالمِ اسلام میں ایک وقت حکمِ الٰہی کی تعمیل میں حلال وطاہر رزق کو دن کے حصہ میں حرام قرار دیا گیا، اور اسی کی برکت تھی کہ امیر وغریب، آقا وغلام چھوٹے اور بڑے، شریف و رذیل ہر شخص کو اپنی عبدیت اور عجز کا یکساں احساس ہوا، کیا اجتماعیت ومساوات کا مظاہرہ اس سے بڑھکر کسی اور مہینہ میں ممکن ہے جتنا ماہ رمضان میں ہوتا ہے۔

فریضۂ صیام ادا ہوتے ہی عید کا چاند نظر آیا اور سارا عالمِ اسلام یکساں خوشی ومسرت میں ڈوب گیا، امتِ اسلامیہ کا ہر فرد اس خوشی میں برابر کا شریک ہے اور شکر گذار ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسکو ایک اہم ترین فریضہ ادا کرنے کی توفیق بخشی، اب پورے ایک ماہ لذیذ کھانوں، عمدہ پکوانوں کو دن کے وقت کھانے پر پابندی لگا رکھنے کے بعد آج پوری آزادی ہے کہ جو چاہو کھاؤ اور جسطرح چاہو کھانے پینے کا مظاہرہ کرو (جائز حدود کے اندر) یہ اس لئے کہ تم نے ہمارے حکم کی تعمیل میں اتنے دنوں تک صبر وتحمل کا مظاہرہ کیا، اب تم کو اس کے بدلے میں عید کا دن عطا کرتے ہیں تاکہ تم ہماری بڑائی بیان کرو اور ہماری کرم گسترانہ شان اور رحمت وبرکات پر تم خوب خوب شکر بجالاؤ کہ تمہاری یہی شان ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارادہ تمہارے ساتھ آسانی اور رحمت کا ہے نہ تنگی اور سختی کا۔

یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر ولتکملوا العدۃ ولتکبروا اللہ علیٰ ماھداکم ولعلکم تشکرون

اللہ چاہتا ہے کہ وہ تم کو آسانی عطا فرمائے اور وہ تنگی میں مبتلا کرنا نہیں چاہتا، اور یہ کہ تم اس مدتِ صیام کو پوری کرو، پھر اللہ کی بڑائی بیان کرو اس نعمت کی راہ دکھانے پر، اور تاکہ تم شکر ادا کرو۔

چنانچہ صبحِ عید آئی ہر طرف مسرتوں کا سماں ہے، ہر شخص ہشاش بشاش ہے خواہ وہ امیر ہو یا غریب، چھوٹا ہو یا بڑا،

آقا ہو یا غلام، ہر دل کے اندر مسرت و خوشی کا یکساں احساس ہے، اور پورے عالم اسلام پر مسرتوں کی فضا چھائی ہوئی ہے، پوری امت، اتحاد و شعور کے ایک رشتہ میں منسلک ہے، غسل کرکے نئے کپڑے بدلے جارہے ہیں، خوشبوئیں ملی جارہی ہیں مبارکبادیاں دی جارہی ہیں اور حسب استطاعت ہر شخص کسی میٹھے کھانے کی تیاری میں مصروف ہے، یہاں دوگانۂ عید کا وقت آگیا، اور عیدگاہ کا راستہ دیر تک اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر و للہ الحمد کی پرکیف تکبیروں سے گونجتا رہا، جوق در جوق لوگ گزرتے رہے، جمع ہوتے رہے تکبیر الٰہی میں سرشار اور شکر خدا میں محو وہ عیدگاہ تک پہونچ گئے، اور نہایت سکون و اطمینان کے ساتھ وہ نماز کے انتظار میں بیٹھے، نماز شروع ہوئی باآواز بلند امام نے زائد تکبیروں کا سلسلہ شروع کیا، ہر شخص نے والہانہ انداز میں زائد تکبیریں کہیں، ہاتھ اٹھتے رہے، تکبیریں بلند ہوتی رہیں، اور دوگانۂ عید ادا ہوگیا، امام نے خطبہ پڑھا لوگوں نے ہمہ تن گوش ہوکر سنا، عید کے فضائل و احکام معلوم ہوئے، جذبۂ تشکر سے ہر شخص کا دل لبریز ہوگیا، جب اس نے سوچا کہ کتنے بڑے فریضہ کی ادائیگی کی توفیق اس کو عطا ہوئی، جب اس نے غور کیا کہ اس لیلۃ القدر کی نعمت سے وہ بہرہ اندوز ہوا، جس کی فضیلت خود رب لیلۃ القدر نے بیان فرمائی ہے اور جو ہر صاحب ایمان کا سب سے قیمتی سرمایہ ہوسکتی ہے۔ عید کی تقریبات منائے جانے سے پہلے اور صبح عید کا پہلا پیام یہ تھا کہ ہر امیر اور صاحب نصاب اپنے غریب بھائی کے لئے اپنی اور اپنی اولاد اور خاندان کے افراد کی طرف سے صدقۂ فطر ادا کرے اور عیدگاہ جانے سے پہلے اس کو دیدے تاکہ وہ بھی عید کی خوشی، کھانے پینے کی دعوتوں میں یکساں طور سے شریک ہے۔ اور اجتماعی نابرابری کا کسی حال میں مظاہرہ نہ ہوسکے، یہی وجہ تھی کہ کہیں غریب رنجیدہ اور غمگین نہیں دکھائی پڑا، اور ہر طرح سے وہ بھی اس خوشی میں اپنے تمام بھائیوں کے ساتھ شریک رہا۔

یہ وہ اسلامی اخوت، اور اجتماعی مساوات ہے جس کا سب سے زیادہ اہتمام اسلام نے کیا ہے، دنیا کے دوسرے مذاہب و نظریات اس عالمی اجتماعیت کے راز کو نہ پاسکے اس لئے کہ ان کی راہیں جن پر وہ چل رہے ہیں غلط ہیں، اسی کا نتیجہ ہے کہ اس رشتہ سے کٹ کر جب بھی اتحاد کا نعرہ بلند کیا گیا وہ بانگ دہل بنکر رہ گیا اور اس نے انتشار و علیحدگی پسندی، افتراق، اور اجتماعی ناہمواری کا کوئی صحیح راستہ نہیں پیدا کرسکا اور انسانیت کے دکھ درد کو دور کرنے اور اس کا مداوا تلاش کرنے کے بجائے شقاوت و ابتری کا باعث بنا۔

اسلامی نظام کے ہر جزء میں خواہ وہ اجتماعی یا انفرادی ہوں یا عبادات و معاملات، اور سیاسیات سے تعلق رکھتے ہوں وحدت مقصد کی روح پوری طرح کارفرما ہے ہر انفرادیت میں اجتماعیت کی جھلک موجود ہے، اور ہر جگہ امت کا خیر ملحوظ ہے، آپ زندگی کے جس شعبہ کو دیکھئے اس میں اجتماعی مصلحت کا جلوہ نظر آئیگا، اور امت کا شیرازہ ہر جگہ مضبوط ہوتا دکھائی دے گا۔

عید کے اجتماع کے موقع پر جبکہ دنیا کے تمام مسلمان ایک مقصد کو پورا کرنے کے لئے اتنا بڑا اجتماع کرتے ہیں اور اس کے لئے وہ ہر طرح سے فارغ البال ہوتے ہیں کتنا مناسب تھا کہ وہ امت کے مستقل اتحاد و یکجائی کے مسئلہ پر غور کرتے، اور اتحاد فکر و نظر کے ساتھ اتحاد عمل کی راہیں بھی ہموار کرتے تاکہ ان کا بکھرا ہوا شیرازہ پھر سے مجتمع ہوتا اور ان کی بگڑی ہوئی تاریخ از سر نو روشن ہوتی اور دنیا کے لئے روشنی کا مینار بنتی، آج ہماری سب سے بڑی ضرورت اسلامی اجتماعیت کو صحیح معنوں میں بروئے کار لانے کی ہے، اگر یہ ضرورت ہوگئی تو ہمارے مسائل حل ہوسکتے ہیں اور تمام مشکلات پر قابو پایا جاسکتا ہے، اس کے بغیر افتراق و انتشار اور علیحدگی پسندی، تحزب جماعت بندی سے ہمارا کوئی وزن دنیا کے نقشہ میں باقی نہیں رہ سکتا اور نہ ہم خیر امت کے لقب سے نوازے جاسکتے، اسوقت ہماری تمام کمزوریوں اور خرابیوں کا واحد سبب یہ ہے کہ ہم اسلامی اجتماعیت کے سرچشمہ سے کٹ کر ایک دوسری امت بن چکے ہیں، جبکا کوئی وزن اور اعتبار اللہ کے نزدیک نہیں ہے،

کیا عید کی اجتماعیت میں ہمارے لئے کوئی درس عبرت موجود نہیں ہے، اور اس سے ہم کو اپنا اجتماعی مقام واپس لانے میں روشنی نہیں مل سکتی؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو اس موقع سے فائدہ اٹھانا ہمارا فرض ہے، لیکن ہم عید کو محض لہو و لعب اور سیر و تفریح کا ایک تہوار سمجھتے ہیں اور اس میں ہمارے لئے کوئی حکمت و عبرت نہیں ہے، تو یہ ہماری زندگی کا مزید ایک المیہ ہے۔ کاش ہم سوچتے۔

ناظرین
تعمیر حیات کو
عید مبارک

بقیہ

یک دو ساعت صحبتے با اہل دل

سالک کو پیش آتا ہے اور میں بھی اس پر مدت تک رہا ہوں، پھر اللہ نے اس سے آگے بڑھایا، اپنے پیر حضرت خواجہ باقی باللہ رح کا بھی حوالہ دیتے ہیں اور حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رح کو گواہ بناتے ہیں کہ شیخ بھی اس مقام پر تھے، لیکن پھر اس سے آگے بڑھ گئے اور حضرت مجددؒ کے کلام کی تصدیق فرمائی، سلوک ایک بے نہایت اور بے پایاں چیز ہے، ہر شخص بقدر ظرف اور بقدر حوصلہ اس سے حصہ پاتا ہے اور اس میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی، ہندی شاعر نے خوب کہا ہے ؎

مصری کا پربت بھیو چیونٹی لے لے جائے
ان مکھ اپنا بھر لو پربت لئے نہ جائے

قرآن مجید میں ہے۔

ولو ان ما فی الارض
من شجرة اقلام والبحر
یمده من بعده سبعة
ابحر ما نفدت کلمات اللہ

اور اگر زمین کے تمام درخت قلم ہوں
اور سمندر سیاہی ہو اور اسکے بعد
سات سمندر اور سیاہی بن جائیں
تو اللہ کے کلمات ختم نہ ہوں گے۔

فضائل عید الفطر

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہ العالی

عن ابن عباسؓ انه سمع رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یقول ان الجنة لتبخر وتزین من الحول لدخول شهر رمضان فاذا کانت اول لیلة من شهر رمضان هبت ریح من تحت العرش یقال لها المثیرة فتصفق ورقات اشجار الجنان وحلق المصاریع فیسمع لذلك طنین لم یسمع السامعون احسن منه الخ۔

ابن عباس رضؓ کی روایت ہے کہ انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جنت کو رمضان شریف کے لئے خوشبوؤں کی دھونی دی جاتی ہے، اور شروع سال سے آخر تک رمضان کی خاطر آراستہ کیا جاتا ہے، پس جب رمضان المبارک کی پہلی رات ہوتی ہے تو عرش کے نیچے سے ایک ہوا چلتی ہے جس کا نام مثیرہ ہے (جس کے جھونکوں کی وجہ سے) جنت کے درختوں کے پتے اور کواڑوں کے حلقے بجنے لگتے ہیں، جس سے ایسی دلآویز سریلی آواز نکلتی ہے کہ سننے والوں نے ایسی اچھی آواز کبھی نہیں سنی۔ پس خوشنما آنکھوں والی حوریں اپنے مکانوں سے نکل کر جنت کے بالاخانوں کے درمیان کھڑے ہوکر آواز دیتی ہیں کہ کوئی ہے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہم سے منگنی کرنے والا تاکہ حق تعالیٰ شانہٗ اسکو ہم سے جوڑ دیں۔ پھر وہی حوریں جنت کے داروغہ رضوان سے پوچھتی ہیں کہ یہ کیسی رات ہے، وہ لبیک کہکر جواب دیتے ہیں کہ رمضان المبارک کی پہلی رات ہے۔ جنت کے دروازے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لئے (آج) کھولدیئے گئے، حضورؐ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہٗ رضوان سے فرما دیتے ہیں کہ جنت کے دروازے کھولدے اور مالک (جہنم کے داروغہ) سے فرما دیتے ہیں کہ احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے روزہ داروں پر جہنم کے دروازے بند کردے اور جبرئیلؑ کو حکم ہوتا ہے کہ زمین پر جاؤ اور سرکش شیاطین کو قید کرو اور گلے میں طوق ڈالکر دریا میں پھینک دو کہ میرے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے روزوں کو خراب نہ کریں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ رمضان کی ہر رات میں ایک منادی کو حکم فرماتے ہیں کہ تین مرتبہ یہ آواز دے کہ ہے کوئی مانگنے والا کہ جسکو میں عطا کروں، ہے کوئی توبہ کرنے والا کہ میں اسکی توبہ قبول کروں، کوئی ہے مغفرت چاہنے والا کہ میں اسکی مغفرت کروں، کون ہے جو غنی کو قرض دے، ایسا غنی جو نادار نہیں، ایسا پورا پورا ادا کرنے والا جو ذرا بھی کمی نہیں کرتا —— حضورؐ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے رمضان شریف میں روزانہ افطار کے وقت ایسے دس لاکھ آدمیوں کو جہنم سے خلاصی عطا فرماتے ہیں جو جہنم کے مستحق ہوچکے تھے اور جب رمضان کا آخری دن ہوتا ہے تو یکم رمضان سے آج تک جسقدر لوگ جہنم سے آزاد کئے گئے تھے ان کے برابر اس ایک دن میں آزاد فرماتے ہیں اور جس رات شب قدر ہوتی ہے حق تعالیٰ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو حکم فرماتے ہیں وہ فرشتوں کے ایک بڑے لشکر کے ساتھ زمین پر اترتے ہیں ان کے ساتھ ایک سبز جھنڈا ہوتا ہے جس کو کعبہ کے اوپر کھڑا کرتے ہیں اور حضرت جبرئیلؑ کے سو بازو ہیں جن میں سے دو بازو کو صرف اسی رات میں کھولتے ہیں جن کو مشرق سے مغرب تک پھیلا دیتے ہیں۔ پھر حضرت جبرئیلؑ فرشتوں کو تقاضا فرماتے ہیں کہ جو مسلمان آج کی رات میں کھڑا ہو یا بیٹھا ہو، نماز پڑھ رہا ہو یا ذکر کر رہا ہو، اسکو سلام کریں اور مصافحہ کریں اور ان کی دعاؤں پر آمین کہیں، صبح تک یہی حالت رہتی ہے۔ جب صبح ہوجاتی ہے تو جبرئیل آواز دیتے ہیں کہ اے فرشتوں کی جماعت اب کوچ کرو اور چلو، فرشتے حضرت جبرئیلؑ سے پوچھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے مومنوں کی حاجتوں اور ضرورتوں میں کیا معاملہ فرمایا، وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر توجہ فرمائی اور چار شخصوں کے علاوہ سب کو معاف فرما دیا۔ صحابہؓ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ وہ چار شخص کون ہیں۔ ارشاد ہوا کہ ایک وہ شخص جو شراب کا عادی ہو، دوسرا وہ شخص جو والدین کی نافرمانی کرنے والا ہو، تیسرا وہ شخص جو قطع رحمی کرنے والا ہو، اور ناطہ توڑنے والا ہو۔ چوتھا وہ شخص جو کینہ رکھنے والا ہو اور آپس میں قطع تعلق کرنے والا ہو۔

پھر جب عید الفطر کی رات ہوتی ہے تو اس کا نام آسمانوں پر لیلۃ الجائزہ (انعام کی رات) سے لیا جاتا ہے اور جب عید کی صبح ہوتی ہے تو حق تعالیٰ فرشتوں کو تمام شہروں میں بھیجتے ہیں۔ وہ زمین پر اتر کر تمام گلیوں، راستوں کے سروں پر کھڑے ہوجاتے ہیں اور ایسی آواز سے جسکو جنات اور انسان کے سوا ہر مخلوق سنتی ہے، پکارتے ہیں۔

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت اس کریم رب کی درگاہ کی طرف چلو جو بہت زیادہ عطا کرنے والا ہے اور بڑے سے بڑے قصور کو معاف کرنے والا ہے پھر جب لوگ عیدگاہ کی طرف نکلتے ہیں تو حق تعالیٰ فرشتوں سے دریافت فرماتے ہیں کیا بدلہ ہے اس مزدور کا جو اپنا کام پورا کرچکا ہو۔ وہ عرض کرتے ہیں کہ ہمارے معبود اور ہمارے مالک اس کا بدلہ یہی ہے کہ اسکی مزدوری پوری پوری دیجائے۔ تو حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے فرشتو! میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں ان کو رمضان کے روزوں اور تراویح کے بدلے میں اپنی رضا اور مغفرت عطا کردی۔ اور بندوں سے خطاب فرماکر ارشاد ہوتا ہے کہ اے میرے بندو! مجھ سے مانگو میری عزت کی قسم۔ میرے جلال کی قسم! آج کے دن اپنے اس اجتماع میں مجھ سے اپنی آخرت کے بارے میں جو سوال کروگے عطا کروں گا۔ اور دنیا کے بارے میں جو سوال کروگے اس میں تمہاری مصلحت پر غور کروں گا۔

میری عزت کی قسم جب تک تم میرا خیال رکھوگے میں تمہاری لغزشوں پر ستاری کرتا رہوں گا۔ اور ان کو چھپاتا رہوں گا۔

میری عزت کی قسم اور میرے جلال کی قسم! میں تمہیں مجرموں اور کافروں کے سامنے رسوا اور فضیحت نہ کروں گا۔ پس اب بخشے بخشائے اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ۔ تم نے مجھے راضی کردیا —— اور میں تم سے راضی ہوگیا۔

پس فرشتے اس اجر و ثواب کو دیکھ کر جو اس امت کو افطار کے دن ملتا ہے۔ خوشیاں مناتے ہیں اور کھل جاتے ہیں۔

اللھم اجعلنا منھم

(بشکریہ فاران)

(مسلسل)

دعوتِ اسلامی

یک دو ساعت صحبتے با اہلِ دل

مجلسِ حضرت شاہ محمد یعقوب صاحب مجددی مدظلہٗ

مرتبہ: مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

فرمایا، ایک مرتبہ لکھنؤ میں ایک برادری کے چودھری مجھ سے بیعت ہوئے، بیعت ہونے کے بعد وہ گھر میں چلے گئے اور وہاں سے چند نوٹ لیکر آئے اور کہا یہ آپ کے خرچ کے لئے ہے، میں نے کہا گھر میں اتنے ہی نوٹ ہیں یا اور بھی؟ انھوں نے کہا اللہ کا دیا بہت کچھ ہے، میں نے کہا کہ سب نقدی میرے حوالہ کرو گھر کا قبالہ بھی مجھے دے دو، اور تم سب بیوی بچے خطِ غلامی لکھدو، تم نے اللہ کا نام سیکھا ہے اور سب گناہوں سے توبہ کی ہے، اور اس کے حکم ماننے کا عہد کیا ہے، اس کی قیمت یہی چند روپے ہیں تمہیں اس موقع پر اس کا تصور ہی کیوں آیا، کہ تم چند ٹکلیاں اس کے بدلہ میں پیش کرو، کیا اللہ کے نام کی اور اس تعلق کی یہی قیمت ہے۔؟

اسی طرح بمبئی کے ایک سیٹھ تشریف لائے اور مہمان ہوئے، بیعت کے بعد کہنے لگے اجازت ہو تو کچھ عرض کروں؟ میں نے کہا فرمایئے، کہنے لگے، میں کچھ پیش کرنا چاہتا ہوں، میں نے کہا میں نے آپ کو جو کچھ دیا ہے اگر اس سے زیادہ قیمتی چیز آپ پیش کر سکیں تو بسم اللہ! فرمایا اس کی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص کسی سے پورا مکان خریدے اور وہ سب پر تو قابض رہے، ایک کھونٹی کھیر اس کے حوالہ کر دے خریدار اس کو کیا سمجھے گا، یا کوئی کسی کو اشرفیاں اور جواہرات دے اور وہ اس سے کہے شاید آج آپ کا چولہا نہ جلا ہو، میں آپ کی خدمت میں کنڈے (اُپلے) پیش کروں گا۔ یہ ان جواہرات کی قدر ہوئی یا ناقدری؟ کلمہ کا مطلب کیا ہے جس نے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہا وہ اپنی ہر چیز سے دست بردار ہو گیا، اور سب کچھ خدا کی نذر کر دیا۔

بیشک اللہ نے خرید لیا ہے اہلِ ایمان سے ان کو اور ان کے اموال کو اس عذر پر کہ ان کا بدلہ جنت ہے۔	ان اللہ اشتریٰ من المؤمنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ

فرمایا، خدا کا نام لینا آسان نہیں، ایک قصہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک شخص کو دیکھا کہ ہر وقت اسمِ ذات ہی کا ورد کرتا ہے، ایک منٹ کے لئے اس کی زبان نہیں تھمتی، اور ایک لمحہ بھی اپنے وقت کا ضائع نہیں کرتا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس سے ملنے کا بڑا اشتیاق ہوا جب اس کو معلوم ہوا کہ یہ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) ہیں، تو وہ بہت خوش ہوا، اور کہا کہ مجھے عرصہ سے اللہ کے نبی کی زیارت کا اشتیاق تھا، خوب ہوا کہ آج دیدار ہو گئے، اگر اللہ تعالیٰ سے مناجات، اور شرفِ ہمکلامی کا موقع ہو تو یہ دعا کر لیجئے گا کہ اللہ ایک بار اپنا نام لینے کی توفیق دیدے اور مرنے سے پہلے ایک مرتبہ وہ پاک نام لینا نصیب ہو جائے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بڑا تعجب ہوا کہ یہ تو ہر وقت اللہ کا نام لیتا رہتا ہے، اور اب کیا چاہتا ہے؟ غرض جب حضرت موسیٰ کو باریابی ہوئی، ہمکلامی کا شرف حاصل ہوا، عرض کیا، خدایا تیرے فلاں بندہ نے مجھ سے یہ خواہش کی کہ میں تجھ سے عرض کروں کہ تیرا نام لینا نصیب ہو جائے، فرمایا اچھا اس کی دعا قبول ہوئی، اس کو میرا نام لینا نصیب ہو جائے گا، جب حضرت موسیٰ علیہ السلام پلٹ کر اس کے پاس آئے، اور کہا تمہاری دعا قبول ہوئی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تم کو نام لینا نصیب ہو جائے گا، بس اس پر اس نے ایک نعرہ لگایا اور اللہ کا نام لیا، اللہ کا نام لیتے ہی جاں بحق تسلیم ہو گیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بڑا تعجب ہوا، اور بارگاہِ الٰہی میں رجوع فرمایا ارشاد ہوا، کہ اسم سے مانوس تھا، مسمّیٰ تک نہیں پہونچا تھا، اب مسمّیٰ تک پہونچ گیا، حقیقت یہی ہے کہ پہلے کثافت کو دور کرتے ہیں پھر حقیقت تک پہونچتے ہیں پہلے تخلیہ ہوتا ہے پھر تحلیہ، کسی کو نماز کے لئے کہا جائے اور اس کو بشری ضرورت کا تقاضہ ہو تو پہلے وہ اپنی ضرورت رفع کرتا ہے یہ نماز ہی کی تیاری ہے۔

فرمایا کہ تمام عارفین کا کلام سر آنکھوں پر امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی احیاء العلوم اور کیمیائے سعادت کا کیا کہنا! سب نے اپنے اپنے مرتبے کے مطابق علوم ومعارف لکھے ہیں، لیکن مجھے شیخ سعدیؒ کے کلام سے بہت نفع ہوتا ہے، پہلے تو خیال تھا کہ یہ میرا ہی تاثر ہے، لیکن جب سے حضرت شاہ غلام علی صاحب رح کا یہ قول دیکھا کہ شیخ سعدی رح نے دو شعروں میں سارے تصوّف کا خلاصہ بیان کر دیا ہے، تو میرے خیال کی تقویت اور تائید ہو گئی، اور مجھے سند مل گئی، وہ شعر یہ ہیں ؎

مرا پیر دانائے مرشد شہاب
دو اندرز فرمود بروئے آب
یکے آنکہ بر خویش خود بیں مباش
دوم آنکہ در کس تو بد بیں مباش

(سعدی رح)

شیخ سعدیؒ کی بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ پہلے کپڑے دھونے کی تلقین کرتے ہیں، کپڑے دھلے ہوئے ہوں تو جو چاہو رنگ چڑھا دو، چاہے سُرخ، چاہے سیاہ چاہے نیلا، چاہے کچھ اور، میلے اور سیاہ کپڑوں پر کوئی رنگ نہیں چڑھتا، ان دو شعروں میں بھی انہوں نے یہی تلقین کی ہے کہ دل کو کبر وغرور اور عُجب و خود پسندی سے، اور دوسروں سے بدگمانی، بدنیتی اور بغض وحسد سے پاک کر لو، جب دل اس طرح سے پاک وصاف ہو جائے گا تو اس پر ہر اصلاح وتزکیہ کا رنگ چڑھ جائے گا۔

فرمایا کہ ایک صاحب نے مجھے لکھا کہ ــــ میں "الفرقان" میں آپ کے ملفوظات پڑھکر بہت متاثر ہوا، مجھے پہلے بھی طریقہ نقشبندیہ سے عقیدت تھی، اور میں اسی میں منسلک ہونا چاہتا ہوں، میں نے جواب دیا کاش کہ آپ لکھتے کہ میں مسلمان بننا چاہتا ہوں، مسلمان بن جانا کپڑے دھو لینے کے مرادف ہے، جب آدمی مسلمان ہو گیا تو چاہے اس پر چشتیت کا رنگ چڑھا

دیا جائے، چاہے نقشبندیت کا، مجھے یہ تعصب اور گروہ بندی بھی پسند نہیں، ان طریقوں میں بھی بڑی مغایرت پیدا ہو گئی ہے چشتی کا دل نقش بندی سے نہیں کھلتا، نقش بندی کا چشتی سے، اسطرح جب میں بعض کتابوں میں دیکھتا ہوں کہ ہمارے مذہب میں اسطرح ہے، یعنی مذہب حنفی میں، تو مجھے یہ بات کھٹکتی ہے چاروں مذاہب حنفی، شافعی، حنبلی، مالکی، ہمارے ہی ہیں، میں نے یہ بھی لکھا کہ یہ بھی ضعیف الاعتقادی کی بات ہے کہ کسی کے اقوال اور کلام دیکھکر اتنی جلدی معتقد ہو جائے، اصل چیز زندگی اور عمل ہے، حکمت کی باتیں دوسرے مذاہب کی کتابوں میں بھی بہت ہیں۔

فرمایا، کہ ایک مرتبہ میں دہلی میں قطب صاحب گیا، میں ہمیشہ بزرگوں کے مزارات پر تنہا حاضری دینا چاہتا ہوں، تاکہ فقیرانہ شان ظاہر ہو، جس سے فائدہ ہوتا ہے، یہ مخدومیت ومشیخیت کا موقع نہیں، لیکن لوگ نہیں مانتے، ایک ایک، دو دو کر کے بہت سے آدمی ساتھ ہو گئے، وہاں خدام نے جب یہ جلھٹا دیکھا تو سمجھے یہ کوئی بہت بڑے صاحب سجادہ اور شیخ طریقت ہیں، ایک صاحب نے دریافت کیا کہ حضرت کا کیا طریقہ ہے؟ میں نے کہا کہ میرا طریقہ آپ پوچھتے ہیں؟ میرا طریقہ ہے ضرورت سے زیادہ بولنا، ضرورت سے زیادہ کھانا، ضرورت سے زیادہ سونا، میں اسی طریقہ میں مرید ہوں، پھر میں نے کہا کہ آپ اس سے زیادہ اور آسانی سے سمجھ جائیں گے کہ میں ایک ایسا کتّا ہوں جو کیچڑ میں لت پت ہے، اس کو جس کی گود میں بٹھا دیجئے گا اس کو گندہ کر دے گا، اسی طرح جس طریقہ میں داخل ہوں گا اس کو گندہ کر دوں گا۔

فرمایا کہ یہاں ایک صاحب تھے مولوی لطف اللہ بڑے زاہد، بڑے تارک الدنیا روپیہ پیسہ اپنے پاس نہیں رکھتے تھے اور پیسہ پر رات گذرنے نہیں پاتی تھی حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ کی دلیل دیا کرتے تھے، لیکن ان کے پاس تو روپیہ رہ بھی جاتا تھا، اور انتقال کے وقت بھی انہوں نے کچھ چھوڑا لیکن یہ حضرت کچھ رکھنے کے بھی روادار نہ تھے، حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق تھا، جب کسی مسئلہ میں اختلاف ہوتا تھا، تو میں انہی کا اتباع کرتا تھا کہ والد صاحب رحمۃ اللہ تو اپنے ہی ہیں، یہ غیر ہیں، ایک مرتبہ جماعت میں شریک تھے، انھوں نے اقامت کہنی شروع کی اشھد ان محمد رسول اللہ ایسی عجلت اور غیر واضح طریقے سے کہا کہ اچھی طرح الفاظ ادا نہیں ہوتے تھے، والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مڑ کر دیکھا اور فرمایا کہ مولوی صاحب آپ عالم ہیں ان الفاظ کو تو ذرا صفائی کے ساتھ ادا کرنا چاہیے؛ ان کو ناگوار ہوا، اور کہنے لگے کہ میں اس سے اچھے طریقہ پر نہیں کہہ سکتا، اس سے طرفین میں کچھ انقباض ہوا، والد صاحب کا تخاطب کم ہوا، انھوں نے اپنا بستر خانقاہ سے اٹھایا اور باہر چلے گئے، بس اتنی سی بات پر اتنے برہم ہوئے کہ اتنے پرانے تعلق کی بھی پروا نہ کی، اسی طرح سے جالندھر کی ایک مسجد میں ایک مولوی صاحب تھے نور محمد نامی، ملتان کی طرف کے رہنے والے، البتہ فقہ تھے، اور نہایت زاہد متقشف قبرستان جایا کرتے تھے، جہاں کوئی خلافِ شرع چیز سامنے آئی، خادم نے ذرا سا ہاتھ دبایا فوراً آنکھیں بند کر لیں کہ خلافِ شرع چیز پر نظر نہ پڑنے پائے، ایک دن پڑھاتے پڑھاتے غصہ آیا، ایک طالب علم کو اتنا مارا کہ توبہ توبہ، یہ سب دماغ کی خشکی، اور لوگوں سے الگ تھلگ رہنے اور دور رہنے اگر کا نتیجہ ہے، ان حضرات کے واقعات کو دیکھکر وہ حدیث سمجھ میں آئی جس میں بیان کیا گیا ہے کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے عید کے دن حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو حبشیوں کا کھیل اور کرتب دکھائے، اور آپ کبھی کبھی حضرت عائشہؓ کے ساتھ دوڑ کا مقابلہ بھی فرماتے تھے، اصل یہ ہے کہ مٹھائیوں کے ساتھ چٹنیوں کی بھی ضرورت ہے، حیاتِ طیبہ اور صحابہ کرام رضؓ کی زندگی میں مٹھائی کے ساتھ چٹنی بھی تھی، جس سے طبیعت کے اعتدال اور مزاج کی شگفتگی باقی رہتی ہے، ان حضرات نے مٹھائیاں تو لے لیں، چٹنی چھوڑ دی، میں نے اکثر گوشہ نشین زاہدوں اور صحبت واختلاط سے بچنے والوں کو غیر متوازن اور سنکا ہوا پایا، مٹھائی کے ساتھ چٹنی ضروری ہے، ورنہ معدہ خراب ہو جائے گا، اور طبیعت اعتدال سے ہٹ جائے گی۔

فرمایا کہ انسان کے جسم کی ساری قدر وقیمت روح سے ہے، روح نہیں تو انسان کا جسم بے قیمت اور بے حقیقت ہے، قل الروح من امر ربی کی تفسیر میں لوگوں نے صفحے کے صفحے لکھے ہیں، لیکن مجھے تو ایک مثال سے اس کے معانی خوب سمجھ میں آئے سب سمجھتے ہیں کہ مجھے نوٹ سے دلچسپی ہے مگر مجھے نوٹ سے دلچسپی نہیں حکم سے دلچسپی ہے، اگر حکم ہو جائے کہ فلاں نوٹ کے نمبر بیکار ہیں، تو نوٹ ردی کاغذ سے زیادہ نہیں، پھر نہ کوئی اس کو رکھے گا، نہ کوئی اسکی حفاظت کرے گا۔

میں نے ایک صاحب سے کہا کہ میں ایسی ترکیب بتاؤں کہ تیرہ ۱۳ ہزار روپے تجوری میں رکھے ہیں اور قفل بھی نہ ٹوٹے اور چوری چلے جائیں، سب کو اس پر تعجب ہو گا لیکن یہ بات بہت آسان ہے، حکم آ جائے کہ فلاں نشان کے نوٹ بیکار ہیں وہ نہیں چلیں گے، بس تجوری میں وہ نوٹ رکھے رکھے بیکار اور بے قیمت ہو جائیں گے، گویا چوری چلے گئے، اسی طرح حکم جاری ہوا کہ روح قفسِ عنصری سے پرواز کر جائے، اگر وہ آہنی برجوں اور بڑے بڑے قلعوں میں بھی ہوں تو لاشۂ بے جان اور مٹی کا ڈھیر، اسی کو قرآن مجید میں کہا گیا ہے۔

جہاں کہیں بھی تم ہو پالے گی تم کو موت اگرچہ تم مضبوط برجوں میں کیوں نہ ہو۔	اینما تکونوا یدرککم الموت ولو کنتم فی بروج مشیدۃ۔

تجوری میں نوٹ ہیں مگر بے قیمت کاغذ کا ڈھیر آہنی برجوں اور سنگین قلعوں میں انسان ہیں مگر جسدِ بے جان، اور خاک کا ڈھیر دونوں میں کیا فرق ہوا؟

فرمایا، مجھے یہ جملہ بہت چبھتا ہے کہ قرآن مجید ختم ہو گیا، فلاں کو خلافت مل گئی، کہیں قرآن بھی کسی کا ختم ہوا ہے؟ اور سلوک بھی کبھی تمام ہوا ہے؟ کہنے والے نے نے صحیح کہا ہے ؎

اے برتر از خیال وقیاس وگمان ووہم
واز ہر چہ گفتہ ایم وشنیدیم وخواندہ ایم
منزل تمام گشت وبپایاں رسید عمر
ما ہمچناں در اولِ وصفِ تو ماندہ ایم

یہاں ترقی کا سلسلہ برابر جاری رہتا ہے، ہر منزل کے بعد ایک منزل ہے، تمدنی ترقیات کا بھی یہی حال ہے، پہلے میٹھے تیل کا دیا جلتا تھا، ہمارے یہاں خانقاہ میں جب کوئی بہت معزز آدمی آنے والا ہوتا تھا تو دو بتیوں کا دیا جلاتے تھے اور ہم بہت خوش ہوتے تھے کہ خانقاہ چمک اٹھی، پھر مٹی کا تیل نکلا اور گیس آئی اور پھر بجلی آئی، حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی معرفت اور سلوک کے اس ارتقار کا ذکر کیا ہے، وہ وحدۃ الوجود کا انکار اور اس کے ماننے والوں پر طنز وتعریض نہیں کرتے ــــ فرماتے ہیں کہ یہ ایک مقام ہے جو "باقی صفحہ پر"

(تسلسل کیلئے سابقہ شمارہ ملاحظہ ہو)

دین وملت اسلامی کی تنظیم کا نیا دور!

علمائے اسلام کی عالمگیر بیداری کا عین وقت

از۔ صوفی نذیر احمد کاشمیری

صوفیائے اسلام!

یہ گروہ تاریخ مذہب میں ملوک اور سلاطین کی اخلاقی بے راہ روی اور دنیا طلبی کے رد عمل کے طور پر ظاہر ہوتا رہا ہے اور ایک بڑی ضرورت دینی کو پورا کرتا رہا ہے، ملوک و سلاطین اور ان کے تباع میں ایک بڑا دنیادار (قرآن کی زبان میں "ملائو مترفین") گروہ جب آسائش و زیبائش ذخائر دنیا کو خود ہی ذاتہا مقصود بتاتے ہوئے فلاح ابدی کا منکر ہو جاتا ہے تو قدرت ہمیشہ ایک ایسے تارک دنیا بندگان خدا کا گروہ پیدا کرتی رہی ہے جو خالص اخلاقی انداز پر معاشرے کی روحانی و اخلاقی زندگی کو قائم رکھنے میں مصروف رہتا ہے

اسلام کے آغاز میں چونکہ سارا انفرادی و اجتماعی کاروبار رضائے الٰہی اور فلاح ابدی کے اصول سے بندھا ہوا چلتا تھا، لہذا ایسی محض باطنی نوعیت کی خدا پرستی کی اس میں زیادہ گنجائش نہ تھی۔ اگر ایسے کچھ عناصر معاشرہ تھے بھی تو انہیں قرآن مجید کی زبان میں "قاعدین" کہا جا سکتا تھا اور مجاہدین کو ان پر یقین فوقیت تھی لیکن جب ملوک وسلاطین نے دینی سیاست کو قیصر و کسریٰ کے نمونہ پر لا کر چھوڑا تو اسلام میں بھی اس خدا پرست طبقے کا ظہور ہوا

مرکزی بات!

مولانا سے کی مرکزی بات یہ ہے کہ

ملوک و سلاطین ہوں یا صوفیاء اسلام ان کی پوری افادیت کو تسلیم کرتے ہوئے بھی یہ ایک حقیقت ہے کہ ان کے سلسلۂ فکر و عمل میں اسلام کے جامع شیرازے کی تلاش کرنا فعل عبث ہے، شیرازۂ ملت و دین کے محافظ تو علمائے اسلام تھے جن کے سامنے قرآن مجید و اسوۂ حضرت خاتم الانبیاء کا نقطۂ نظر رہتا تھا ملوک کو تو اس سلسلۂ دین سے صرف اس قدر دلچسپی تھی جس حد تک وہ سیاسی استحکام میں ممد تھا۔

صوفیا منتخبہ افراد کے باطنی یقین و انفرادی نوعیت کا تھا مگر علماء کا تاریخی تعلق اس مجموعی بصیرت سے تھا۔ جو ساری روایات دین کے مجموعی اثر سے پیدا ہوتی تھی۔ عمل کے کوچے میں بعض وقت مفلس محض ہونے پر بھی اس کا مطمح نظر ہمیشہ باقی دونوں طبقات سے زیادہ جامع اور زیادہ بلند رہا ہے۔

البتہ اجزائے دین و شریعت کے معاملے میں چونکہ ان کا تعلق ملوک و سلاطین سے رہا لہذا ان کی خود اجتماعی نقطۂ کمال کو چھونے کی کوشش سے صدیوں بند رہی، ایک اقلیت محض ان میں سے ایسی بھی رہی جو ملوک و سلاطین کے تعلق سے آزاد رہی۔ مگر یہ بہت محدود گروہ تھا پھر سارے عالم پر پھیلے ہوئے معاشرے پر وہ اپنا اثر پہنچا بھی نہ سکتے تھے اس لئے کہ اب یہ دائرہ ملوکیت کی مشنری سے گتھا ہوا تھا، علماء کے نقطۂ نگاہ کی بلندی و جامعیت کے متعلق صوفیائے متاخرین کے سید السادات حضرت مجدد صاحبؒ نے متعدد مواقع پر اعتراف ہی نہیں کیا بلکہ اسے ایک دعویٰ کے طور پر پیش بھی کیا ہے۔

دورِ جمہوری!

"آں قدح بشکست آں ساقی نماند"

جمہوریت نے بادشاہوں کے حقوق مقدس کے عبائے اقتدار کو تار تار کرتے ہوئے جمہور کے مساوات فرائض و حقوق کا نعرہ بلند کیا جو آج سارے عالم کا مسلم الثبوت سیاسی ادارہ بن چکا ہے (جمہوریت دشمن اشترا کی بھی اپنے جبر و تشدد کی تنظیم کو "عوامی جمہوریت" کا نام دیتے ہیں)

یہی وہ دور ہے جو علمائے ملت سے تقاضا کر رہا ہے کہ اب انفرادیت و فرقہ واریت کے خول سے باہر آ کر خالص اجتماعی ذمہ داری کے اصول پر توحید و اخوت اسلامی کی تبلیغ کا آغاز کریں۔

سینکڑوں قومیں دائرہ اسلام میں داخل ہونے کے لئے تیار محسوس ہوتی ہیں

کیوں طیار ہیں؟

بات یہ ہے کہ ہندوستان مشرق اقصیٰ اور افریقہ کی اکثر غیر مسلم اقوام و قبائل اسی قسم کی کہنہ وارانہ روایات سے تاریخی طور پر بندھی ہوئی ہیں۔

جس قسم کی روایات سے آغاز اسلام کے وقت عرب قبائل وابستہ تھے لیکن جہاں تک بین الملی سیاسی و معاشرتی ربط و ضبط کا تعلق ہے وہاں تک نوع انسانی کا

ہمارے مسائل

نقطۂ نگاہ یکسر آفاق گیر ہو گیا ہے، بلکہ مادی رسل و رسائل بھی عالمی انداز پر یکسانی اختیار کرتے جا رہے ہیں، ان ٹھوس مادی تغیرات نے ہندوستان، مشرق بعید اور افریقہ کی ان تمام اقوام و قبائل کو ظاہر و باطن کے اس جانسوز تضاد میں گرفتار کر رکھا ہے کہ اس کا اندازہ بھی اس وقت تک علماء نہ کر سکیں گے جب تک —

کان الناس امۃ واحدۃ

اور ان ھذہٖ امتکم امۃ واحدۃ کی روح فصح و اخلاص کو اپنے دلوں میں زندہ نہ کریں (اوپر جو دعا عرض کی گئی ہے وہ اسی روح اخلاص کو زندہ کرنے کا موثر ترین ذریعہ ہے۔)

لہذا عالمگیر توحید و اخوت اسلامی کی دعوت کو پھیلانا حضرت رسول کریمؐ کے زمانے میں جس درجہ جانکاہ و مشکل تھا، اسی قدر آج وہ آسان ہے۔

مراسلات
خوشخط
اور صحیح لکھئے

سے اخلاق کو لیکن حد تک زندہ رکھا تھا ان دونوں طبقات کا کا انفرادی

تاریخ

تاریخ اسلام کا ایک واقعہ!

از۔ شمس تبریز خاں

یہ ساتویں صدی ہجری کا واقعہ ہے جب صلیبی جنگوں سے فرصت ملی تھی لیکن عالم اسلام کو دوسرے بڑے خطرے سے دو چار ہونا پڑا تھا، منگولوں کی فوجیں شام کی سرحدوں پر حملہ کرتی رہتی تھی، فتح بغداد سے ان کے حوصلے بڑھ گئے تھے، اس لئے وہ عالم اسلام کے دوسرے علاقوں پر حریصانہ نظریں ڈال رہے تھے جب شامی سرحدوں پر خطرہ بہت بڑھ گیا تو بادشاہ کی خواہش پر ملکی عوام سے معمولی ٹیکس لینے کا فتوےٰ شیخ الاسلام عز بن عبد السلامؒ نے بھی دے دیا تھا جب دوبارہ یہ خطرہ بڑھا تو اس وقت بھی یہی سوچا گیا کہ عوام سے ایک ایک دینار لیکر دفاعی اخراجات پورے کئے جائیں۔

شام کے سفیر اس وقت کے قاضی القضاۃ ابن دقیق العیدؒ (م ۷۰۲ھ) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس نازک صورت حال کو سامنے رکھا، لیکن شیخ نے شریعت اسلامی کی انفرادی ملکیت کی خلاف ورزی گوارا نہیں کی۔ اور کسی قیمت پر عوام پر ملکی دفاع کا بار ڈالنا پسند نہیں کیا، اس لئے سفیر ناکام واپس آئے شیخ کے فتوے کا چرچا ہر طرف ہونے لگا۔ بادشاہ مصر محمد بن قلادون کے پاس منگل حملوں کی تشویشناک خبریں صبح و شام آ رہی تھیں جس سے اسکی پریشانی بڑھتی جا رہی تھی، بادشاہ شیخ کی خلاف ورزی بھی نہیں کر سکتا تھا۔ دوسری طرف ملک کے دفاع کا سوال بھی نازک ہوتا جا رہا تھا۔

اس نے غضبناک ہو کر ابن دقیق العیدؒ کو دربار میں بلا بھیجا، شیخ دربار میں حاضر ہوئے تو حاضرین یہ دیکھ کر حیران ہو گئے کہ ایک دُبلا پتلا نحیف و نزار بوڑھا آدمی، دوسری طرف اس کی یہ جرأت کہ بادشاہ وقت کی مخالفت مول لے رہا ہے، بادشاہ نے انہیں اپنے قریب تخت پر بٹھانا چاہا لیکن شیخ نے ناگواری کا اظہار کرتے ہوئے اپنا رومال جیب سے نکالا اور بچھا کر بیٹھ رہے، اور بادشاہ کے پوچھنے پر کہا کہ جو دنیا میں ریشم استعمال کرتا ہے وہ آخرت میں اس سے محروم ہو جاتا ہے، بادشاہ شرمندہ ہو کر خاموش رہا۔

بادشاہ نے دوسرا سوال کیا کہ ملک پر نازک وقت آ پڑا ہے لیکن آپ عوام سے ایک دینار بھی لینے کی مخالفت کرتے ہیں، حالانکہ آپ کے استاد شیخ عز بن عبد السلام نے اس کا فتوےٰ دے دیا تھا تو کیا انھوں نے غلط فتوےٰ دیا تھا، کیا ان پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا؟

درباریوں نے بادشاہ کی ہاں میں ہاں ملائی کہ شیخ عقل کی بات نہیں کر رہے ہیں۔ بادشاہ کو چاہیئے کہ وہ دفاعی ضروریات کے لئے جو مناسب سمجھے کرے۔

کسی نے کہا کہ علماء بادشاہ پر اس قدر حاوی ہو گئے ہیں کہ بادشاہ کو ملکی معاملات میں بھی ان کو راضی رکھنا اور ان کی رائے کے مطابق کام کرنا پڑتا ہے۔ کسی نے کہا معلوم ہوتا ہے ابن دقیق العید منگولوں سے مل گئے ہیں۔

اس پر ایک باضمیر انسان نے اس کو ٹوکا کہ "ابن دقیق العید کے بارے میں ان کے دشمن بھی ایسا نہیں کہہ سکتے، نہ ایسی بدگمانی ان سے کی جا سکتی ہے"۔

جب دربار میں شیخ کے خلاف اسطرح اظہار خیال ہونے لگا تو السلطان الناصر نے سختی سے لوگوں کو خاموش ہو جانے کا حکم دیتے ہوئے کہا کہ میں نے آپ لوگوں کو یہاں رائے دینے کے لئے نہیں بلایا ہے — اس پر دربار میں خاموشی چھا گئی اور سلطان دوبارہ شیخ کی طرف متوجہ ہوا اور ان کی رائے کا انتظار کرنے لگا۔

شیخ بڑی خاموشی سے یہ سب سنتے رہے تھے جب ہنگامہ فرو ہوا تو شیخ نے بلا کسی تعظیم کے بادشاہ کا نام لیکر کہنا شروع کیا اور کہا "محمد بن قلادون! — شیخ عزالدین کا فتوےٰ غلط نہیں تھا، بلکہ اسوقت یہ ہوا تھا کہ بادشاہ وقت اور اس کے تمام امراء نے اپنی تمام دولت جمع کر دی تب بھی جنگی بجٹ پورا نہیں ہوا تھا — اس کے بعد شیخ نے عوام سے بقیہ اخراجات لیکر پورا کرنے کا حکم دیا۔ اس لئے میں صرف عوام پر یہ ٹیکس نہیں لگوا سکتا۔

شیخ کا کلمہ حق سن کر پورے دربار پر سناٹا چھا گیا بادشاہ پر رقت طاری ہو گئی، اس نے کہا کہ شیخ نے حق بات کہی ہے، میری تمام دولت ملک کے لئے حاضر ہے اس طرح اہل دربار نے بھی اپنا اپنا سرمایہ حوالہ کرنے کا وعدہ کیا، شیخ نے کہا کہ "الحمد للہ کہ خدا نے مجھے کلمۂ حق کہنے کی توفیق دی اور بادشاہ نے اسکی قدر کی اور اسے قبول حق کی توفیق ملی اور یہ کہکر ایک طویل سجدۂ شکر کیا اور پھر گویا ہوئے کہ جو تکلیف مجھے دربار میں ریشم دیکھ کر ہوئی تھی الحمد للہ کہ وہ اخلاص کے اس نمونہ سے دور ہو گئی"، پھر انہوں نے الملک الناصر کی طرف مخاطب ہو کر کہا۔

"— اب انشاء اللہ فتح و ظفر کا راستہ کھلا ہوا ہے اور محمد بن قلادون تم ضرور فتحیاب ہو گے —"

(والآن طریق النصر مفتوح انشاء اللہ وستکون یا محمد بن قلادون منتصرا)

یہ کہکر شیخ دربار سے رخصت ہوئے، اور محمد بن قلادون نے منگولوں کو شرمناک شکست دی، یہ واقعہ تاریخ مصر، اور سلطان کے سوانح نگاروں نے لکھا ہے۔

"عصر الممالیک" اور عہد ممالیک کے تاریخ نگاروں نے بھی اس کا ذکر کیا ہے، ایک طرف بادشاہ اور مسلم جمہور کا یہ حال تھا، دوسری طرف ہندوستانی مسلمانوں کے مسائل ہوں یا المیہ بیت المقدس و خزینۂ فلسطین کا قضیۂ نامرضیہ ہوا کا رخ بدل گیا ہے، نہ کسی میں مالی ایثار و قربانی کا جذبہ ہے، نہ اتحاد فکر و عمل کی وہ سرگرمی و اسلام کی وہ قدر و منزلت۔

اسرائیل کی پوزیشن برابر مضبوط ہوتی جا رہی ہے لیکن عرب ہیں کہ انتشار کا شکار ہیں اور حکمی حد بندیوں اور مصلحتوں میں گرفتار۔

مالی لحاظ سے کویت، سعودی عرب اور دوسرے عرب ممالک ہی اکیلے اگر چاہیں تو سیاسیات کا رخ بدل سکتا ہے۔

ع

کس بمیداں در نمی آید سواراں را چہ شد؟

ہم گناہ سے کیسے بچیں؟

ازافادات مولانا اشرف علی تھانوی رحؒ

ترتیب وتلخیص

جناب طاہر رسول صاحب

مشہور واقعہ ہے کہ ایک غیر ملکی دیہاتی ہندوستان گیا، اتفاق سے ایک دن اس کا گذر حلوائی کی دوکان پر ہوا، وہاں گرم گرم حلوا رکھا ہوا تھا، خوشبو پھیل رہی تھی، اس کی طبیعت للچائی، جیب میں پیسہ کوڑی، دام درم کچھ بھی نہ تھا، اس نے آؤ دیکھا نہ تاؤ جھٹ ہاتھ لگایا اور غپا غپ کھانا شروع کردیا، جب وہ کھا چکا اور حلوائی نے اس سے دام مانگے تو وہاں کیا تھے جو اس سے ملتا، حلوائی نے رپورٹ لکھوائی، افسر نے چالان کو غلجان سمجھا اور تنبیہ کی غرض سے حکم دیا کہ اسے گدھے پر سوار کرکے اس کے پیچھے لڑکے ڈھولی خنجری بجاتے ہوئے اور تشہیر کرتے ہوئے اسکو شہر بدر کردیں، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا، جب یہ غیر ملکی دیہاتی اپنے وطن واپس ہوا اور لوگوں نے اس سے ہندوستان کا حال پوچھا تو اس نے کہا۔

"— ہندوستان خوب ملک است، حلوا خوردن مفت است، سواری خر مفت، فوج طفلاں مفت است، ڈم ڈم مفت است، ہندوستان خوب ملک است"

اگر ہم غور کریں گے تو دیکھیں گے کہ بعینہ یہی حال ہمارا اور دنیا میں مگن رہنے والے دوسرے تمام لوگوں کا ہے، جس طرح اس دیہاتی نے اپنی حماقتوں سے سامان ذلت کو سامان عزت قرار دیا تھا، بالکل اسی طرح ہم بھی اپنی نادانیوں سے سامان کلفت کو سامان راحت سمجھتے ہیں ـــ نیکی جو حقیقی معنوں میں انسان کو سامان راحت فراہم کرتی ہے اسے صحیح طور پر ناآشنا ہونے کے باعث، بدی سے حاصل ہونے والی کلفتوں ہی کو ہم سامان راحت سمجھ بیٹھے ہیں، اور ہم نے شہد کا مزہ چونکہ نہیں چکھا ہے اس لئے حنظل کھا کر چٹخارے لے رہے، اور ایسا ہونا غیر فطری بھی نہیں ہے، کیونکہ جو مینڈھک کیچڑ میں رہتا ہو اور اسی میں پیدا ہوا ہو۔ اسے کیا معلوم شفاف پانی کیا ہے، اس کے نزدیک تو کیچڑ ہی سب کچھ ہے، ہمارا حال بھی کیچڑ کے مینڈھک سے کچھ زیادہ مختلف نہیں ہے، ہم نے بھی دنیا کی کدورتوں ہی میں ہوش سنبھالا ہے اس لئے نہیں جانتے کہ اس گرد وغبار سے باہر کھلا آسمان بھی ہے، کیچڑ میں رہنے والے مینڈھک کا اگر کبھی شفاف، شیریں، خوش ذائقہ اور خوش رنگ چشمہ پر گذر ہو جائے جب تو اسے معلوم ہو کہ آب شیریں کسے کہتے ہیں، اور ہم گرد وغبار سے باہر جھانک کر اگر دیکھنے کی زحمت گوارا کریں جب تو معلوم ہو کہ ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں۔

محرومیوں کی یہ کتنی افسوسناک حقیقت ہے کہ زہر آشنا لوگ تریاق کو نہ جاننے کے باعث اسکو دیکھکر بھاگ رہے ہیں، اور مضرتوں پر منہ مارنے والے لوگ حقیقی منفعتوں سے بے خبری کی وجہ سے منفعتوں کی راہ پر پھونک پھونک کر قدم رکھنے سے بھی گریزاں ملتے ہیں مضرتیں جو خوفناک اژدھے کی طرح منہ کھولے نگل جانے کے لئے تیار ہیں، ہم انہی کی طرف بڑھتے جارہے ہیں اور منفعتیں جو لالہ وگل اور سنبل وریحان بنکر جیب ودامن میں سمٹ آنے کے لئے تیار ہیں، ہم ان سے راہ فرار اختیار کرتے جارہے ہیں۔

یہ مضرتیں جن سے ہم اپنے دل بہلا رہے ہیں اور یہ منفعتیں جن سے ہم منہ بنا کر بھاگ رہے ہیں، گناہ اور ثواب کے سوا کوئی دوسری چیز نہیں ہے، اگر ہم سمجھیں تو حقیقی مضرت گناہ ہی ہے اور عقل سے کام لیں تو جان لیں کہ اصلی منفعت ثواب ہی ہے۔

اپنی مضرتوں سے بچنے کے لئے اللہ تعالے نے ارشاد فرمایا ہے ذروا ظاھر الاثم وباطنہ ان الذین یکسبون الاثم سیجزون بما کانوا یقترفون۔ "اور تم اپنے ظاہری گناہ کو بھی چھوڑ دو اور باطنی گناہ کو بھی چھوڑ دو بلاشبہ جو لوگ گناہ کر رہے ہیں ان کو ان کے کئے کی عنقریب سزا ملے گی۔"

ظاہری اور باطنی گناہ سے مراد ہر قسم کے گناہ ہیں اللہ تعالی نے اس مختصر سی آیت میں بندوں کیساتھ اپنی کمال مہربانی اور منفعت کا اظہار فرمادیا ہے، اپنے ایمان والے بندوں کو ایک عظیم الشان اور انتہائی مضر چیز سے بچالیا۔

یہ عجب بات ہے کہ ضرر والی یہ چیز یعنی گناہ نمایاں ہونے کے باوجود ہماری نگاہوں سے اوجھل ہوتا ہے اس کا ظاہری حسین چہرہ ہمارے سامنے رہتا ہے اور ہم اسی پر مر مٹتے ہیں اور اس کے اصلی خد وخال کی طرف دیکھنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کرتے

۱- ایسا کیوں ہوتا ہے؟ اور ہم اس ضرررساں چیز کو سمجھنے میں غلطی کیوں کرتے ہیں؟ تو اس کا سیدھا اور صاف جواب تو یہ ہے کہ اکثر صورتوں میں ہمارا وجدان صحیح نہیں ہوتا ہے، ہم ادراک کی غلطی کے باعث صحت کو مرض اور مرض کو صحت، تاریکی کو نور اور نور کو تاریکی سمجھ بیٹھے ہیں۔ وجدان کے صحیح نہ ہونے کی وجہ سے ہم چونکہ مضرتوں کو پہچان ہی نہیں پاتے اس کی ظاہر فریبی میں مبتلا ہوجاتے ہیں حالانکہ یہ ایک واقعہ ہے کہ انسان کی ہر لغزش قدم کے ساتھ مضرت اسی طرح لگی رہتی ہے جس طرح زہر بھرے لڈو کے ساتھ ہلاکت خیزی لگی رہتی ہے۔

(۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ ہم مضرت کو عاجلہ نہیں سمجھتے حالانکہ اکثر صورتوں میں مضرتیں عاجلہ ہوتی ہیں۔ ادھر گناہ کا صدور ہوا، ادھر اس کے اثرات مرتب ہونے شروع ہوگئے، جسطرح سنکھیا کا زہر زود اثر ہوتا ہے بالکل اسی طرح گناہ بھی زود اثر ہوتے ہیں۔

(۳) تیسری وجہ یہ ہے کہ ہم اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ گناہ کا بدلہ صرف عاقبت ہی میں ملیگا، دنیا میں اس کے اثرات مرتب نہیں ہوتے ہیں اور ہم اس نادانی میں رہتے ہیں کہ ابتو آرام سے گذرتی ہے، عاقبت کی خبر خدا جانے۔

(۴) چوتھی وجہ یہ ہے کہ ہم موت کو دور قیامت کو بعید کی بات سمجھتے ہیں، حالانکہ نہ موت دور ہے نہ قیامت کی گھڑی۔

ان غلط فہمیوں کے مقابلے میں اللہ تعالی کی طرف ان دو مہربانیوں پر غور کیجئے، ایک تو یہ کہ ہماری حقیقی مضرت کو ذروا ظاھر الاثم وباطنہ میں انہوں نے بتادیا ہے، حالانکہ اگر وہ ضرر پہونچانے والی اس چیز کو نہ بتاتے جب بھی ہم ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے تھے، دوسری کمال مہربانی اور شفقت ان کی یہ ہے کہ وہ گناہ کو انسان کے ساتھ ہمیشہ چسپاں رہ جانیوالی چیز نہیں فرماتے ہیں کہ اگر گناہ کرلیا تو وہ ہمیشہ جان کو لاگو ہی رہیگا اور تباہ کرکے ہی چھوڑے گا۔ بلکہ فرماتے ہیں، قل یا عبادی الذین اسرفوا علی

انفسھم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ —

"— اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے بندوں سے کہہ دیجئے کہ خدا کی رحمت سے ناامید نہ ہوں وہ سب معاف کردے گا تم توبہ کرلو، یعنی توبہ کی خاصیت یہ ہے کہ سب گناہ معاف ہوجاتے ہیں اسی آیت میں دل شکستہ لوگوں کی تسکین کا پورا سامان موجود ہے، اور جو لوگ خدانخواستہ اس آیت سے گناہ پر دلیری ہونے کا مطلب نکال لیں اس وقت ان سے ہماری گفتگو نہیں ہے۔

گناہ کی مضرت جس سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو بچنے کی ہدایت فرماتے ہیں وہ دونوں ہی قسم کی ہوتی ہیں دنیوی بھی اور اخروی بھی ـــ البتہ دنیوی مضرت اور اخروی مضرت میں بڑا فرق ہے۔ دنیوی مضرت ختم ہوجاتی ہے تا دیر قائم ہونے والی نہیں ہوتی، اور یہ کہ دنیاوی مضرت کیسی ہی کیوں نہ ہوں، اس میں منفعت کا کچھ نہ کچھ شائبہ ضرور ہوتا ہے ـــ اگر سر میں درد ہے تو یہ کتنی بڑی بات ہے کہ پیٹ میں نہیں، مال جاتا رہا تو یہ کتنی بڑی منفعت ہے کہ آبرو نہیں گئی، نیز یہ کہ دنیا میں ایک درد کے ساتھ دس درد جاتے رہتے ہیں اس کے برعکس آخرت کی مضرت میں منفعت کا نام نہیں وہاں کی کلفت میں راحت کا نشان نہیں، خدانخواستہ جو انسان اس مضرت کو پالے گا وہ سر سے پاؤں تک تکلیف ہی میں غرق ہوگا، نہ سر کو چین نہ پیر کو نہ ہاتھ کو، ایک شخص جس کو سب سے کم عذاب ہوگا اس کی بابت حدیث شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اس کو آگ کی جوتیاں پہنادی جائیں گی مگر شدت کی حالت یہ ہوگی کہ اس کا سر مثل دیگ کے پکتا ہوگا اور وہ یہ سمجھے گا کہ مجھ سے زیادہ کوئی عذاب میں نہیں۔

گناہ سے بچنے کے طریقے

اس حقیقت کو ہرگز فراموش نہیں کرنا چاہئے کہ گناہ کی ہر لذت ظاہری کے پیچھے حقیقی کلفت چھپی ہوئی ہے جسے ہم محض ادراک کی غلطی کے باعث پہچان نہیں پاتے جس وقت بھی ادراک صحیح ہوجائے گا غلط فہمی کے بادل خود بخود چھٹ جائیں گے اور حقیقت روشن ستارہ بنکر سامنے آجائے گی، اور گناہ کی ظاہری لذت میں باطنی کلفت کی جھلک دکھائی دے گی۔

(۱) حقیقت کا ادراک کوئی مشکل کام نہیں، کیونکہ حقیقت تو نام ہی اس چیز کا ہے جو صاف کھلی اور واضح ہو البتہ حقیقت کو قبول کرکے اس پر عمل کرنا مشکل ضرور ہے تاہم اتنا مشکل نہیں کہ اس پر عمل کرنا ناممکن ہو، ایسا سمجھنا تو اللہ تعالی پر یہ الزام لگانا ہے کہ اس نے ایسے کام کا حکم دیا ہے جو ناقابل عمل ہے۔ مشق سے یہ چیزیں حاصل کی جاسکتی ہیں۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

"— ایک ہفتہ بھر کے لئے گناہ کو چھوڑ دیجئے اور اپنے دنیوی کاموں کا کوئی بندوبست کرکے ان کے ایام میں تلاوت اور ذکر اللہ میں مشغول رہیئے اور کسی قسم کی نافرمانی اس زمانے میں نہ کیجئے، صرف ایک ہفتہ بھر ایسا کرلیجئے اس کے بعد اپنے قلب کو دیکھئے کہ کیا حالت ہے میں وعدہ کرتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالی اپنے قلب میں ایک بہار اور شگفتگی پائیں گے، اور اس کے بعد پہلی حالت معصیت پر تو آپ خود بخود آہی جائیں گے پھر اس کے بعد ایک یا دو دن معصیت میں گذر جائیں پھر دیکھئے قلب کی کیا حالت ہے اور پہلی حالت سے موازنہ کیجئے ـــ واللہ آپ کو معلوم ہوگا کہ وہ جمعیت تھی اور یہ تشویش ہے وہ راحت تھی یہ کلفت ہے وہ لذت تھی یہ مصیبت ہے اسوقت آپ کو گناہ کرکے ایسی تکلیف ہوگی جیسے کسی کانٹے کے لگ جانے سے ہوتی ہے، بخدا جو لوگ گناہ سے بچتے ہیں ان کو گناہ سے ایسا ہی صدمہ ہوتا ہے۔"

(۲) گناہ سے بچنے کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ نیک اور اہل دل لوگوں کی صحبت اختیار کی جائے۔

مولانا علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

"— اہل اللہ سے مراد خاص وہ لوگ نہیں ہیں کہ ان کے بیوی بچے کچھ بھی نہ ہوں بلکہ وہ لوگ مراد ہیں جن کو اصلی محبت صرف خدا سے ہے گو بیوی بچے بھی ان کے ہیں، ایسوں کے پاس جائیے اور دیکھئے کہ مصیبت میں ان کی کیا حالت ہوتی ہے اور راحت میں کیا حالت ہوتی ہے، آپ دیکھیں گے کہ مصیبت وراحت دونوں میں ان کی یہ حالت ہے کہ

ہرچہ از دوست میرسد نیکوست "

(۳) تیسری صورت یہ ہے کہ دلکو آرزوؤں سے خالی رکھا جائے کیونکہ دنیا میں جتنی پریشانیاں بھی انسانوں کو لاحق ہوتی ہیں تعلق ماسوی اللہ کی وجہ سے ہوتی ہیں اور درحقیقت اس دنیا میں وہی لوگ پریشان رہتے ہیں جو اللہ کو چھوڑ کر ماسوی اللہ سے اپنا تعلق جوڑے رہتے ہیں اور شیخ چلی کی طرح تصور خاندان میں گم رہتے ہیں۔ غور کیجئے تو معلوم ہوگا کہ ہمارا کردار بھی شیخ چلی سے کچھ زیادہ مختلف نہیں ہے، ہم سب آرزوؤں میں گھرے ہوئے اور تمناؤں میں الجھے ہوئے ہیں ـــ ہم بھی دن رات نفع ونقصان، مفادات اور فائدے پہونچانے والے خیالات کی ادھیڑ بن میں لگے رہتے ہیں۔ انسان آرزوؤں کا پتلا ہے، ہر آرزو کے حصول کے بعد دوسری آرزو اسکی جگہ لے لیتی ہے اور ہر تمنا کے بعد دوسری تمنا اس کے دل میں پھڑپھڑانے لگتی ہے، اور یہ سلسلہ اسوقت تک چلتا رہتا ہے جب تک آدمی محنت، مشقت اور مشق کے ذریعہ اس کو روکنے کی کوشش نہ کرے۔

یہ واقعہ ہے کہ انسان کی ساری تمنائیں پوری نہیں ہوتیں اور تمام آرزوئیں بر نہیں آتیں، جب ہر آرزو پوری نہ ہوتی ہو اور آرزوؤں سے دل خالی بھی رہتا ہو تو آدمی رنجیدہ نہ ہوگا تو کیا ہوگا۔

(۴) چوتھی صورت یہ ہے کہ اس خیال کو ہمیشہ مستحضر رکھا جائے کہ موت کا وقت معین ہے یہ کسی وقت بھی آسکتی ہے، اگر کوئی جانتے بوجھتے زہر بھرا لڈو اس حماقت میں مبتلا ہوکر نہیں کھاتا کہ لڈو کھانے کے بعد جو ہوگا دیکھا جائے گا، ابھی تو مزیدار لڈو مل رہا ہے کھا لیا جائے، تو آخر گناہ کو کل طویل مدت کے بعد آنے والی کل کی امید پر کیوں کرلیا جائے، ہو سکتا ہے کہ کل جسکے بارے میں ہم خیال لگائے بیٹھے ہیں کہ لمبے عرصہ کے بعد آئے گی، وہ کل طویل نہ ہو بلکہ اسی دن اسی رات، اسی سال کا ہو، ڈاکو جب ڈاکہ ڈالتا اور چور جب چوری کرتا ہے تو جیل کو بہت بعید سمجھتا ہے لیکن جب سزا کا وقت آتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ وقت قریب ہے۔

(۵) پانچویں صورت یہ ہے کہ موت کے نتیجے میں جو چیز آنے والی ہے اس کا تصور ہمیشہ قائم رکھا جائے مثلاً یہ کہ مہلت ختم ہوجائے گی، موت کے بعد آنے والی مضرتیں، قائم رہنے والی، انتہائی شدید اور صد درجہ دردناک ہوں گی ـــ وہاں کے عذاب سے کوئی بچانے والا نہیں جو آگیا وہ چھٹنے والا نہیں۔ گناہ کی لذت جلد مٹ جانے والی اور عمل کے بعد ختم ہوجانے والی ہے لیکن اس کی سزا باقی رہنے والی اور جان کو چمٹ جانے والی ہے وغیرہ۔ لہذا ترک معاصی کے سلسلے میں نہ صرف یہ کہ موت کو یاد رکھا جائے بلکہ اس کا بھی خیال رکھا جائے کہ وہ اسی وقت بھی آسکتی ہے اور اس کے آتے ہی کیسی کیسی ہولناکیاں شروع ہوجائیں گی۔

"باقی صفحہ ۱۹ پر"

افکار و اخبار

مٹ جائیگی جسدل سے مرے سجدوں کی حقیقت

اردو کے بہت سے عظیم شاعر ابھی اپنی اپنی قبروں میں اس بات کے منتظر ہیں کہ دیکھئے ہمارا نمبر کب آتا ہے

غلام قدرت احسن کاکوروی

کہا جاتا ہے کہ جب یوپی کے نام نہاد کانگریسیوں نے من حیث الجماعت ری پبلکن پارٹی سے دوستی کا ہاتھ بڑھایا اور ری پبلکن پارٹی نے اپنے بارہ نکات کانگریس کے سامنے پیش کرتے ہوئے کہا کہ اگر یہ شرائط آپ کے لئے قابل قبول ہوں تو ہم جوڑ توڑ کے لئے تیار ہیں۔ تو آپ ہی کی کانگریس کی طرف سے کہا گیا ہے کہ ان بارہ شرائط میں سے اگر آپ یوپی میں اردو کو ثانوی زبان بنانے والی شرط نکال دیں تو ہم گلے گلے پانی آپ کے ساتھ اشتراک عمل کو تیار ہیں مگر اس ری پبلکن پارٹی کے چند افراد جن کے ضمیروں میں ایمان کی ذرا سی جان باقی تھی اور جو آپ جیسے نہیں تھے، وہ اس شرط کے نکالنے پر ابھی تک تیار نہ تھے، اب آپ ان سے تو نکلا آپ عملاً بدترین دشمن ہیں اس کے شاعر کی صد سالہ برسی منا کیے نے ادھر ادھر چوزہ جوڑ رتے پھرتے ہیں اور دنیا کو اس فریب میں مبتلا کرنا چاہتے ہیں کہ آپ اردو کے بہت بڑے خیر خواہ اور علم بردار ہیں، ذرا دنیا کے سامنے آپ ان حالات کو پیش کر کے پوچھیں تو کہ آپ کیا بچتے ہیں، بابو کے قول و فعل نہ عزت کا پاس ہے "مجنوں جو مرگیا ہے تو جنگل اداس ہے۔"

فاضل ایڈیٹر صاحب تیج نے راقم الحروف کے مضمون کی شرح کرتے ہوئے ایک جگہ یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ میں نے فخر الدین علی احمد صاحب اور محترمہ حمیدہ سلطانہ کا اگرچہ نام نہیں لیا ہے مگر ان کو بھی اس لوٹ مار میں شریک بنایا ہے، میں جناب فخرالدین علی احمد صاحب کا بیحد احترام کرتا ہوں، اور اسی طرح حمیدہ سلطانہ کو بھی اردو کا ایک مخلص کارکن اور بے لوث خادم سمجھتا ہوں جنہوں نے اپنی زندگی اردو کے لئے وقف کر دی اور دن و رات اس کی بقا کے لئے سرگرداں رہتی ہیں مگر جس نقار خانہ میں وہ لب کشائی کرتی ہیں وہاں طوطی کی آواز سننے والا کون ہے؟

عزت مآب فخرالدین علی احمد صاحب یا یونس سلیم صاحب

گوپی ناتھ امن، جے پرکاش زائن، راج گوپال آچاریہ اور ونوبا بھاوے جیسے مخلص اور محب وطن روز روز نہیں پیدا ہوتے، ہزاروں میں سے یہ چند بچ رہے ہیں جس طرح گاندھی جی، پنڈت جواہر لال نہرو کا نام لیکر نام نہاد کانگریسی عرصہ تک لوٹ مار کرتے رہے اسی طرح آجکل ان چند گنے چنے ناموں کا نام لے کر یہ نام نہاد جنتا کا خون چوس رہے ہیں جب ان پر کوئی انگشت نمائی کرتا ہے تو یہ سب ان حضرات کا نام لیکر اپنی بداعمالیوں پر پردہ ڈالنا چاہتے ہیں جناب ایڈیٹر صاحب اسوقت ان نام نہاد کانگریسیوں کا معاملہ تو ایسا ہے کہ جیسے کوئی ننگ خاندان اپنے بزرگوں، اپنے نیک اعمال اور اپنے ہر دلعزیز بھائیوں کی دہائی دیکر اپنا قصور بخشوانے کی کوشش کرے اور کہے کہ دیکھئے چچا جان یا ابا جان! آپ کے بیٹے یا بھتیجے کے ساتھ یہ زیادتی ہورہی ہے، ظاہر ہے کہ ایسے موقع پر سوائے اس کے کہ بادا جان یا چچا جان خاموشی اختیار کریں اور کرہی کیا سکتے ہیں اور اگر ان کی بداعمالیوں کے خلاف حرف شکایت زبان پر لائیں تو آپ اسی طرح ان کو بھی پاکستانی خیالات کا حامل قرار دیں جسطرح کوئی جن سنگھی قرار دیتا ہے، ظاہر ہے کہ نہ تو مہاتما جی زندہ ہیں جن کے نام پر یہ نام نہاد کانگریسی عظمت کی بھیک مانگ سکتے ہیں اور نہ پنڈت نہرو جیسے بے لوث اور محب وطن زندہ ہیں جن کے نام پر یہ اپنے اغراض و مقاصد کی تکمیل کر سکتے ہیں، لہذا اب انہوں نے مرے ہوئے پیروؤں کی طرف رخ کیا ہے اور ان کو قبر سے نکال نکال کر ان کی عظمت اور شہرت کے کاندھے پر بندوق چھوڑ رہے ہیں جن میں سب سے پہلے مرزا اسد اللہ خاں غالب کو چنا گیا ہے چنانچہ یہ درمیانی مدت کے الکشن جتانے یا اس کے اخراجات برداشت کرنے کے لئے ان کو مرزا غالب جیسا عظیم شاعر مل گیا ہے اور یہ اردو داں طبقہ کو احمق بنانے چلے ہیں جن میں بدنصیبی سے بیشتر مسلمان ہیں، ان حضرات کو چاہئے کہ وہ اپنے اس کام کو جاری رکھیں کیونکہ اردو داں بہت سے عظیم شعراء بھی اپنی اپنی قبروں میں لیٹے اس بات کے منتظر ہیں کہ دیکھئے ہمارا نمبر کب آتا ہے اور کب ان کے کاندھے پر رکھ کر آپ بندوق چھوڑاتے ہیں۔

جناب اقبال سنگھ اور چلپاتی راؤ نے کیا غلط بات کہی ہے کہ نام نہاد کانگریسی مہاتما گاندھی کی صد سالہ برسی منائیں کیونکہ وہ اپنے اعمال اور کردار کے پیش نظر اس قابل نہیں ہیں کہ مہاتما جی کا مقدس نام تک زبان پر لائیں ان کی زبانوں سے مہاتما جی کا نام نکلنا بھی درحقیقت مہاتما جی کی انتہائی توہین ہے اور اسی لئے انھوں نے مشورہ دیا کہ آپ پورے سال بھر تک گاندھی جی کے معاملہ میں بالکل خاموشی اختیار کرلیں۔ اتفاق سے اسی سے ملی جلی بات میرے قلم سے بھی نکل گئی جس سے آپ اس درجہ چراغ پا ہوگئے۔ پنڈت سندر لال کی بات آپ کو اس وجہ سے ناگوار گذری کہ اس میں ووٹ کے لین دین کا معاملہ شامل تھا جس کے بل بوتے پر آپ پوری جنتا کو احمق بنائے ہوئے ہیں، اگر آپ کے ضمیر میں ایمانداری کی ایک ادنی رمق بھی باقی ہے اور آپ غالب کی صد سالہ برسی ایمانداری سے منانے جارہے ہیں، اور اس شاعر کی زبان سے آپ کو ایک فیصدی بھی محبت ہے تو آپ سب سے پہلے اس بات کا اعلان کریں کہ اردو کو ہم ہندوستان کی ثانوی زبان تسلیم کرتے ہیں اور اسکا اعلان آپ اس دن کریں جب آپ اس بدنصیب شاعر کے کندھے پر رکھکر بندوق چھڑانے جارہے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ اس کا بھی اعلان کریں کہ ہم اکبر آباد میں جو غالب کی جائے پیدائش ہے وہاں ایک اردو یونیورسٹی قائم کریں گے اور اس سے متعلق جو آپ زبان سے فرماتے ہیں اسکو عملی شکل بھی دینگے اور ان اکیس لاکھ دستخطوں کے ساتھ جو میمورنڈم اس سے قبل آنجہانی ڈاکٹر راجندر پرشاد کی خدمت میں پیش کیا گیا تھا اس پر عملدرآمد کرائیں گے اور جن جن مدارس میں فنڈ نہ ہونے کے سبب اردو نہیں پڑھائی جاتی وہاں اردو کے درجات کھلوائیں گے، جن مدارس سے اردو کو محض تعصب کے تحت نکال دیا ہے وہاں اردو کو سہ لسانی منصوبہ کے تحت نصاب میں شامل کرائیں گے، یونیورسٹیوں اور بورڈوں میں جہاں صرف انگریزی اور ہندی میں جواب دینے کی اجازت ہے وہاں اردو میں بھی جوابات لکھنے کی اجازت دلوائیں گے لیکن آپ ایسا نہیں کر سکتے کیونکہ آپ ایک بہت بڑا گناہ کئے بیٹھے ہیں اور عثمانیہ یونیورسٹی کی جوبلی منانے میں مصروف ہیں اور آپ آٹھ دس سال قبل اس یونیورسٹی کی گندھی کرنے کے بعد اس کی خدمات جلیلہ کا

(باقی صفحہ ۱۶ پر)

(تسلسل کے لئے ۔۔۔ ملاحظہ ہو)

۳ کروڑ...زیتون کے درخت

ترجمہ — اقبال احمد اعظمی سندو

زیتون کا درخت جب سات سال کا ہوجاتا ہے تو تین سو کیلوگرام پھل دینا شروع کرتا ہے، اور جب ۲۵ سال کا ہوجاتا ہے، تو یہ مقدار بڑھکر ۵۰۰ کیلوگرام ہوجاتی ہے، اس میں ایک سال پھل آتا ہے تو دوسرے سال آرام کرتا ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ دو دو سال پھل نہیں آتے، ایسا ان درختوں میں ہوتا ہے جن میں نشو و نما کی صلاحیت کم ہوتی ہے لیکن ان کی عمر کبھی کبھی ایک ہزار سال سے بھی بڑھ جاتی ہے۔

زیتون کے درخت کی لمبائی ۱۰ و ۴۰ فٹ کے درمیان ہوتی ہے۔

صفاقس میں ۲۷ ہزار قدآور درخت ہیں جو شمال کے علاقہ میں ہوتے ہیں، پوری دنیا کے زیتون کے درختوں سے بڑے اور پیداوار میں زیادہ ہوتے ہیں ۵۰۰ کیلوگرام سے ۹۵۰ کیلوگرام تک پھل آتے ہیں، ان کے علاوہ آج تک کسی اور درخت میں اتنے پھل نہیں آتے جیسا کہ عالمی زراعت اور غذا کے اعداد و شمار سے پتہ چلتا ہے۔

تیونس کے زیتون سے اوسط ۱۲۰ ہزار ٹن سالانہ پیداوار ہوجاتی ہے یہ مقدار کبھی گر کر ۹۰ ہزار ٹن اور کبھی بڑھ کر ۱۸۰ ہزار ٹن تک پہونچ جاتی ہے زیتون کے درختوں کے درمیان کا فاصلہ پھلوں کی کثرت اور کمی پر منحصر ہے مثلاً صفاقس کے درختوں کے درمیان ۲۴ میٹر کا فاصلہ ہوتا ہے کیونکہ اس کی جڑیں دائرے کی شکل میں پھیلتی ہیں جس کا قطر ۲۴ میٹر ہوتا ہے اور تبردان کے درختوں کے درمیان ۲۰ میٹر اور صوصہ کے ۱۲ میٹر کا فاصلہ ہوتا ہے۔

تیونس میں ہر سال ۱۵ نومبر سے زندگی کے آثار اور ہر طرف چہل پہل شروع ہوجاتی ہے، لڑکیاں اپنا رسمی لباس پہنکر زیتون کے باغات کا رخ کرتی ہیں، پھلوں کے توڑنے کا آغاز ہوجاتا ہے گاؤں اور دیہات کے لوگ اس دن کا بڑی بے صبری سے انتظار — کرتے ہیں کیوں کہ اس دن لوگ خچروں گھوڑوں کو لیکر تیزی کے ساتھ زیتون کے باغوں کی طرف چلنا شروع ہوجاتے ہیں اور پھلوں کو توڑنے اور چننے کا کام چار مہینے تک جاری رہتا ہے، لوگ مختلف ٹولیوں میں بٹ جاتے ہیں اور ہر ٹولی دس افراد پر مشتمل ہوتی ہے جن میں نصف عورتیں ہوتی ہیں پھل توڑنے کی اجرت اسکے تناسب سے ہوتی ہے — زیتون جمع کر لینے کے بعد فوراً چھکڑا گاڑیوں اور لاریوں میں لادکر زیتون کے بازار میں منتقل کر دیا جاتا ہے جسے تھوک فروش لے لیتے ہیں اور آئل ملوں کے مالکوں کے پاس چھوٹی چھوٹی ٹوکریوں میں رکھکر لے جاتے ہیں، یہ مل والے دانوں کو ہاتھ میں لیکر دباتے ہیں، تاکہ اندازہ کر سکیں کہ اس میں کتنا تیل نکلے گا۔

تیل مل والے زیتون کو بھاری مقدار میں خریدتے ہیں جس کی تعداد بوسیدہ ۴۰۰ ہزار ٹن تک پہونچ جاتی، صفاقس جیسے چھوٹے شہر میں ۵۰۰ ملیں ہیں جو دن رات لاکھوں زیتون کے دانوں سے تیل نکالنے میں لگی رہتی ہیں، پہلے یہ زیتون کو آٹے کی طرح گوندھ دیتی ہیں اسکے بعد اسے بجلی کے پریس مشین میں ڈال دیا جاتا ہے جو فی سنٹی میٹر ۱۵۰ کیلوگرام کے حساب سے دباتی ہے اور ادھر پریس مشین کے مختلف گوشوں سے تیل بہنے لگتا ہے۔ بعض آئل مل والے پہلی بار پریس سے جو تیل نکلتا ہے اسکو ایک مخصوص برتن میں رکھ دیتے ہیں اس خیال سے کہ عمدہ تیل ہے اس کے بعد پریس کو دوسو کیلوگرام تک بڑھا دیتے جس سے متوسط درجے کا تیل نکلتا، اس کے بعد ۲۵۰ کیلوگرام تک دباؤ بڑھ جاتا ہے اس سے جو تیل نکلتا ہے وہ صرف صابون کے بنانے میں استعمال ہوتا ہے۔ اس طرح پرانی ملوں والے تیل کی کئی قسمیں کر لیتے ہیں، لیکن موجودہ نئی ملیں ایک ہی دباؤ میں جو ۲۰۰ کیلوگرام فی سنٹی میٹر ہوتا ہے، آٹے کی طرح گوندھے ہوئے زیتون کو پریس کر دیتی ہیں اور یہ دباؤ چار گھنٹے تک جاری رہتا ہے اس اثناء میں ایک ہی قسم کا نکلتا ہے — ایک ٹن زیتون ۲۵۰ کیلوگرام تیل نکلتا

مطالعہ و تحقیق

تیونس کو ممالک عربیہ میں زیتون کے تیل کی پیداوار کے سلسلے میں جو فوقیت حاصل ہے اس سے اسپین بھی پیچھے رہ گیا جسکو بیسویں صدی کے شروع ہی سے پیداوار کے معاملہ میں عالمی مقام حاصل ہے اس لئے کہ اسکی سالانہ پیداوار ۴۰۰ ہزار ٹن ہے، یعنی عالمی پیداوار میں ۳۸ فیصدی اس کا حصہ ہے۔ اس کے بعد اٹلی کا نمبر ہے جس کی سالانہ پیداوار ۳۶۵ ٹن ہے، پھر یونان ہے جس کی ۱۴۰ ہزار ٹن ہے۔ اس کے بعد ٹرکی ہے جس کی پیداوار ۱۲۲ ہزار ٹن ہے۔

ان کے بعد دوسری حکومتوں کے پیداوار کے لحاظ فرانس، مغرب الجزائر، شام، یوگوسلاکیہ، اور قبرص ہیں، اور فلسطین اور پرتگال ہے اور سب سے کم تعداد اقوام متحدہ اور افغانستان میں ہے۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ زیتون کے تیل کی پیداوار صرف چند حکومتوں میں گھر کر رہ گئی ہے۔

جہاں پر زیتون کا تیل پایا جاتا ہے وہاں گھی کا استعمال نفی کے برابر ہے، کیونکہ وہ لوگ زیتون کے تیل کو گھی سے افضل قرار دیتے ہیں خاصکر وہ تیل جس میں ترشی ہو وہ تیونس میں گھی سے بہتر سمجھے ہیں جس طرح تیل کو کھانا پکانے میں استعمال کرتے ہیں، بہت سے لوگ اسے خاص طور سے مل والے مزدور سوء ہضم کو دفع کرنے کے لئے بطور دوا کے استعمال کرتے ہیں۔

خط و کتابت کرتے وقت حوالہ نمبر خریداری لکھنا نہ بھولئے

تسلسل کے لئے ۱۰ نومبر کا شمارہ ملاحظہ کیجئے

یروشلم

(از: خاور شناس)

سلطان جو فطرتاً صلح پسند اور رحم دل واقع تھا، ان شرائط کو سنتے ہی آمادہ ہوگیا اور بار بار نعم، نعم، نعم، کہتا رہا، لیکن رچارڈ کی پیش کش پر مسیحی دنیا میں زلزلہ برپا ہوگیا پوپ نے رچارڈ کو جلا وطنی کی دھمکی دے دی، اس فتنۂ عظیم اور کہرام کو دبانے کی خاطر رچارڈ نے ملک العادل سے تبدیلی مذہب کی درخواست کی، وہ مصر ہوا کہ عیسائی مذہب قبول کرنے کے بعد پادریوں کا کہرام ختم ہوجائے گا[1]

یہ تجویز دراصل رچارڈ کی اجتہادی غلطی کا نتیجہ تھا، اسے شاید ابتک یہ معلوم نہ ہوسکا تھا کہ شریعت محمدی میں جسے وہ وہ مٹانے چلا تھا، ایمان کی قیمت پر تخت وتاج کا سودا حرام ہے، یہ قدیم سنت محمدی تھی جسے مٹانا آسان نہ تھا خود محمد نے عرب کا تخت وتاج ٹھکرا دیا تھا اور ایمان کا سودا کرنے سے انکار کیا تھا، غرض مذہبی تفریق شرائط معاہدہ کے بیچ حائل ہوگئی، رچارڈ نے سلطان سے ملنے کی درخواست کی مگر یہ نامنظور ہوئی۔

جب تمام صورتیں ناکام ہوئیں تو رچارڈ نے اپنی بھتیجی سے ملک العادل کی شادی کی تجویز کی[2] یہ قطعی نامنظور ہوئی، رچارڈ بقول مؤرخین ملک العادل کی شجاعت سے بے حد متاثر تھا ہمیشہ میرے بھائی کے لقب سے مخاطب کیا کرتا، تھک ہار کر شیر دل رچارڈ نے ملک العادل کی خوشامد کی کہ وہ کسی طرح "اللہ کے نام پر سلطان سے صلح کرائے، اسوقت صلح کی کوئی صورت نہ نکل سکی، رچارڈ نے یروشلم پر حملہ کیا اور بری طرح پسپا ہوا، عاجز آکر پھر صلح کی درخواست بھیجی، ایک طرف وہ صلح کی بات کرتا رہا، دوسری طرف بیروت پر حملے کی تیاری میں مصروف رہا جب بیروت پر حملہ ہوا تو سلطان اپنی ذاتی کمان میں فوج لیکر میدان جنگ میں پہونچا، رچارڈ نے ایسی منھ کی کھائی کہ آخر ملک العادل کو کیمپ میں بلا بھیجا، اور التجا کی کہ "سلطان سے اللہ کا نام لیکر صلح کی درخواست کرو"۔

قاصد کے ساتھ اپنے بھانجے کو بھی بھیجا.... ساتھ ہی یہ پیغام ارسال کیا کہ "میرا لائق بھانجا سلطان کی خدمت میں رہے گا اور اس کے حکم کی تعمیل میں دشمنوں کا مقابلہ کرتا رہے گا، ہمیشہ تابع دفرمانبردار رہے[3]"

سلطان فطرتاً صلح پسند تھا، جنگ اس کی مجبوری تھا لیکن عیسائی کردار کا تقاضہ ہمیشہ شرق اوسط کا امن درہم برہم کرتے رہا، ایک طرف پیغام صلح تھا، دوسری طرف جنگ کی پکار، اس کشمکش نے اس علاقہ کا امن غارت کر رکھا تھا آخر مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان تین سالوں کے لئے عارضی صلح ہوئی، ۲ ستمبر ۱۱۹۲ء (۲۰ شعبان ۵۸۸ھ) کو صلحنامہ کا اعلان ہوا۔ جس کے مطابق مسلم اور عیسائی کے درمیان جنگ بند رہے گی دونوں فریق کے علاقے ترقی کرتے رہیں دونوں فریق کو ایک دوسرے کے علاقوں میں آزادانہ نقل وحرکت کی اجازت ہوگی۔

صلحنامہ کے بعد شیر دل رچارڈ حسرت زدہ یروشلم کے فتح کا ارمان سینہ میں دبائے یورپ واپس ہوگیا، لیکن رچارڈ کی یہ منت اس کی نسل نے ۱۹۱۸ میں پوری کی

رچارڈ کی واپسی کے بعد تیسری صلیبی بادل شرق اوسط سے چھٹا سانس میں سانس آئی سلطان صلاح الدین ایوبی نے امت مسلمہ کو بربادی سے بچایا اور متحدہ یورپ کی پیشانی پر ہزیمت کا سیاہ ٹیکہ ہمیشہ کے لئے لگا دیا، گبن کی روایت کے مطابق تیسری صلیب میں ۴ یا ۵ لاکھ عیسائی افواج برباد ہوئیں، ایک لاکھ سپاہی میدان جنگ میں مارے گئے، کچھ امراض کا شکار ہوئے کچھ جہازوں کی غرقابی میں تباہ ہوئے، بہت تھوڑے سپاہی زندہ یورپ واپس لوٹ سکے[1]

تعمیر حرم! تیسری صلیب کے بعد سلطان کا قیام

کچھ دنوں یروشلم میں رہا تاکہ تعمیرات کا فریضہ بھی انجام پاسکے، شہر میں ہسپتال، کالج کھولے گئے، رفاہ عامہ کے لئے بے شمار کام کئے گئے، اور سب سے اہم کارنامہ تعمیر حرم کا تھا، معروف سیاح عبداللطیف جو خود سلطان کے ساتھ ساتھ رہا لکھتا ہے کہ حرم کی تعمیر میں سلطان نے سب سے زیادہ دلچسپی لی خود پتھر چن کر لاتا، تعمیر میں دوسرے مسلمانوں کے ساتھ برابر کا شریک رہتا، بڑے بڑے پتھر کا ندھوں پر ڈھو کر لانے میں سلطان مسرت محسوس کرتا، طلوع آفتاب سے قبل احاطہ حرم کی تعمیر کے لئے قیام گاہ سے روانہ ہوتا سہ پہر میں واپس آکر ناشتہ کرتا، کچھ دیر قیلولہ کے بعد کے نماز عصر سے فارغ ہوتے ہی تعمیر حرم کیلئے روانہ ہوجاتا اور بڑی رات گئے تک مصروف رہتا۔ بڑی رات میں روشنی اور نارنج کی مدد سے قیام گاہ پر واپس آکر امور ریاست کے متعلق نوشت وخواند میں مصروف ہوجاتا۔ تعمیر حرم کی تکمیل کے بعد مرد مومن کو اہل خانہ کا خیال آیا، یروشلم سے دمشق واپس آکر بال بچوں کے ساتھ کچھ دن گذارے تاکہ جنگ کی گرانباری دہولناکی دور ہوسکے،

وصال مرد مومن ۴ مارچ ۱۱۹۳ء ۲۷ صفر ۵۸۹ھ

پیغمبر اسلام اور خلفاء راشدین کے بعد اسلام کے اس پانچویں ہیرو نے امت مسلمہ اور مذہب اسلام پر احسان عظیم کرکے ۴ مارچ ۱۱۹۳ء کو داعی اجل کو لبیک کہا، لین پول موت کا ایمان پرور سماں کھینچتے ہوئے لکھتا ہے کہ مرنے سے پہلے سلطان کے چہرہ پر نور کا ایک عکس ظاہر ہوا اور اسلام کے ہیرو نے مسکرا کر روح خالق کے حوالہ کردی۔

یہ دن پوری امت مسلمہ کے لئے سیاہ ترین دن تھا، گھر گھر کہرام مچ گیا، کیونکہ محافظ اسلام ۵۵ سال کی عمر میں رخصت ہوگیا، مصر کی ۲۴ سالہ نگرانی اور شام کی ۱۹ سالہ حفاظت کے بعد سینہ گیتی سے مرد مومن اٹھ گیا خالی ہاتھ اٹھا، کفن دفن کے لئے چندہ کیا گیا، مزار کی اینٹوں کیلئے چندہ کیا گیا[1]

ذاتی خزانہ سے ایک دینار اور ۴۷ درہم سے زیادہ برآمد نہ ہوئے گھر چھوڑا نہ اسامہ زمینداری چھوڑی نہ جاگیرداری، خالی ہاتھ آیا تھا خالی ہاتھ گیا[2]

کردار مرد مومن

یہ نادر کردار اور لازوال سیرۃ کسی قومیت کے سہارے بلند نہیں ہوئی [illegible] رہبری نظامہ شاہی کردی تھا، نہ

(باقی صفحہ پر)

[1] لین پول (مرجع سابق) صفحہ ۳۶۶
[2] ایضاً صفحہ ۳۶۵

[1] گبن (مرجع سابق) صفحہ ۱۱۹ جلد ۶

[3] ایضاً صفحہ ۳۴۳

[1] لین پول مرجع سابق صفحہ [illegible]
[2] لین پول صفحہ ۳۳۰

مکتوب مکۃ المکرمہ

رمضان المبارک کی ایک جھلک

ڈاکٹر سید عبداللہ عباس ندوی کے ایک خط سے

بنام

مولانا معین اللہ صاحب ندوی

کل غزہ کے بازار سے گذرا تو محسوس ہوا کہ تلاوت کے زمزمے سے گویا بازار گونج سا رہا ہے کیا بوڑھے کیا جوان اور نوعمر لڑکے جو بھی دکان کھولے بیٹھا ہے ہاتھ میں حمائل لئے ہوئے پڑھ رہا ہے اندازہ کیا جاتا ہے کہ تراویح میں ایک لاکھ کا مجمع رہا ہوگا اور شب جمعہ کو تو یہ تعداد بہت بڑھ جاتی ہے حق یہ ہے کہ رمضان تو پورے آب وتاب کیساتھ صرف یہیں دیکھنے میں آتا ہے۔ کل بازار کا منظر دیکھکر مولانا محمد منظور نعمانی کی ایک بات بہت یاد آئی، گذشتہ ماہ جب میں انکو رخصت کرنے جدہ گیا تو نماز عصر کیلئے ایرپورٹ کی مسجد میں گئے۔ غیر متوقع مقام پر نماز ووضو کی سہولت سے جو طبعی خوشی ہوئی اسکا اظہار میں نے مولانا سے کیا اور کہا خیر! ابھی کچھ باتیں یہاں کی غنیمت ہیں۔ مولانا نعمانی نے فرمایا سبھی باتیں تو بہت سی قابل تعریف اور غنیمت ہیں لیکن اسکو کیا کہا جائے کہ یہاں کے لوگوں کا معیار بہت بلند ہے، غور کرتا ہوں تو مولانا کی بات بالکل صحیح معلوم ہوتی ہے۔ یہاں پر ایرپورٹ پر مسجد کا ہونا کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ خاص طور سے اسکا موازنہ دوسرے عرب ممالک سے کیجئے، قاہرہ کے ریلوے جنکشن کے میدان میں فرعون کا مجسمہ پورے آب وتاب سے نصب کیا گیا ہے کہ وہ مصر کی قدیم تہذیب کی علامت ہے وہاں کے کرنسی نوٹ پر، ٹکٹوں پر، دستاویزی کاغذات پر بھی یہی مجسمہ ہے جسطرح ہمارے ملک ہندوستان میں اشوک کی لاٹ کا، یہاں اسکے برعکس جھنڈے پر کلمۂ طیبہ ہے اور یہی ملک کا فوٹو ہے۔ چنانچہ ہوائی جہاز پر بھی یہی نقش ہے اور یہی تمام سرکاری کاغذات پر، رہا معیار کے بلند ہونے کی بات وہ بھی صحیح ہے کیونکہ ہمارا دل چاہتا ہے کہ کلمۂ طیبہ کو اپنا شعار بنانے والی حکومت دینی لحاظ سے ہر چیز میں نمونہ ہوتی جسطرح ایک داڑھی رکھنے والے مسلمان سے بجا طور پر توقع کیجاتی ہے کہ وہ اخلاق واعمال میں معیاری ہوگا۔ کیونکہ اسنے زمانے کے فیشن کے خلاف ایک جرأت مندانہ اقدام کیا ہے اور ایسے مسلمان کی ذراسی لغزش بھی آنکھوں میں کھٹکنے لگتی ہے۔

کوائف دار العلوم

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ حسب پروگرام مورخہ ۱۹ رمضان المبارک کو سہارنپور سے تشریف لاکر اپنے وطن رائے بریلی تشریف لے گئے جہاں آخری عشرہ رمضان المبارک گذاریں گے۔

- ۱۹ رمضان المبارک کو شاخہائے مکاتب شہر دار العلوم ندوۃ العلماء کے امتحانات سالانہ ختم ہوگئے اور جملہ مکاتب شہر کے نتائج کا اعلان مورخہ ۲۰ رمضان المبارک کو کرکے تعطیل کا اعلان کردیا گیا، شہر کے مکاتب مورخہ ۵ شوال ۱۳۸۸ھ بعد ختم تعطیلات کھلیں گے، سالہائے گذشتہ کے مقابلہ میں امسال مکاتب شہر کے نتائج بہتر رہے اور نتیجہ اوسطاً ۸۵ فیصدی رہا۔
- شعبہ حفظ دار العلوم میں بھی مورخہ ۱۷ رمضان المبارک ۱۳۸۸ھ سے تعطیل کا اعلان کردیا گیا ہے اور تمام طلبا شعبۂ حفظ واساتذہ صاحبان اپنے اپنے وطن کے لئے روانہ ہوگئے۔
- تعطیلات رمضان المبارک ختم ہورہی ہیں اور انشاء اللہ حسب اعلان سابق دار العلوم ندوۃ العلماء مورخہ ۷ شوال المکرم ۱۳۸۸ھ مطابق ۲۸ دسمبر ۱۹۶۸ء یوم شنبہ کھلے گا۔ طلبائے دار العلوم کو چاہیے کہ وہ تاریخ مذکورہ پر دار العلوم پہونچ جائیں تاکہ تعلیمی نقصان اور کتب خانے سے حصول کتب درسیہ میں دشواری نہ ہو، ورنہ تعلیمی نقصان کے ساتھ ساتھ تاخیر سے آنے والے طلبا کو کتابوں کے حصول میں بھی دشواری ہوگی۔ دار العلوم کھلتے ہی ضمنی امتحانات کی تاریخوں کا بھی اعلان کردیا جائے گا، اور جو طلباء بروقت آکر ضمنی امتحانات میں شریک ہوسکیں گے، ان کو حسب ضابطہ بعد ختم ضمنی امتحانات کا موقع نہ دیا جاسکے گا۔

بقیہ نتیجہ: "فضیلت دینیات"

نمبر شمار	اسماء	نتیجہ
۴	فضل الرحمن بستوی	کامیاب دوم
۵	محمد مادردی	〃 〃
۶	رئیس احمد	〃 〃
۷	حسن معاویہ	〃 〃
۸	سید ظہور الاسلام	〃 〃
۹	محمد اقبال بھٹکلی	〃 〃
۱۰	نور محمد انصاری	〃 سوم
۱۱	عبد المجید بھٹکلی	〃 〃
۱۲	محمد شمس الدین	〃 〃
۱۳	نوشاد علی	〃 〃
۱۴	ابو النصر	〃 〃
۱۵	علی رضا بستوی	نتیجہ محفوظ

مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء

۱۷ رمضان المبارک ۱۳۸۸ھ

بقیہ "یروشلم"

عراقی بہ خالص مردِ مومن کا کردار تھا جو اسلامی عقائد کی بنیادوں پر کھڑا ہوا تھا، اس کردار کی ہر رگ میں صوت قرآنی بھری ہوئی تھی کیونکہ سلطان اس وقت تک قرآن کی تلاوت کرتا اور سنتا رہتا تھا جب تک اس کی آنکھیں اشکبار نہ ہوتیں اور رخسار سیل اشک سے نمناک نہ ہوتے، قلب پگھل کر موم نہ ہوتا، مردِ مومن کا سارا اثاثہ سہارا، ایک جوڑا کپڑا، ایک تلوار، ایک گھوڑا اور ایک خدا تھا، معروف جرمن شاعر اور ڈرامہ نگار لسنگ نے سلطان کے کردار کو ایک شعر میں قلمبند کرکے دریا کو کوزہ میں بند کیا ہے، سلطان کے کردار کے یہ تاثرات لسنگ نے محض مشرقی تحریرات سے نہیں بلکہ مغربی تحریرات وتصنیفات سے اخذ کی ہیں، سلطان کی عظیم شخصیت کے بارے میں شاعر لکھتا ہے کہ سادہ لوح صلاح الدین کی زبان پر ہمیشہ ایک ہی کلمہ بار بار رہتا تھا، "مجھے ایک جوڑا کپڑا، ایک تلوار، ایک گھوڑا اور ایک خدا سے زیادہ اور کیا چاہیے —؟"

دانتے اور صلاح الدین

دانتے کی نظر میں مردِ مومن مستحق جہنم ہے

سلطان صلاح الدین کے اعلیٰ و پاکیزہ کردار و اخلاق کا احترام و اعتراف دوست و دشمن سب کرتے ہیں، صلیبی جنگوں کے بعد مشرق و مغرب میں سلطان کے خلاف کا چرچہ شروع ہوا اور یورپ کی ہر زبان میں صلیبی داستانیں لکھی گئیں ڈرامہ کی صورت میں ناول و افسانہ اور رومانی کہانیوں کی صورتوں میں واقعات جنگ، بہادروں کی شجاعتیں اور خوارق عادات حوادث کے تذکرے ہوئے صلاح الدین اور رچارڈ من حیث ہیرو گھر گھر زبان زد ہو گئے، رومانی کہانیوں میں سلطان کے کردار کو مسخ کرنے کی دانستہ سعی کی گئی ہے لہ

لیکن غیر جانبدار اور انصاف پسند تاریخ نگار سلطان کو ہمیشہ احترام اور وقار کی نظر سے دیکھتے رہے غالی عیسائی صلاح الدین کو معاف نہیں کر سکے، دانتے ان کی صف اول میں آ گیا، من حیث غالی کیتھولک عیسائی اسے اسلام اور اسلامی روایات سے ازلی دشمنی بھی تھی جس کے اظہار پر وہ مجبور تھا، اس جذبہ اور عیسائی عقیدہ سے مجبور ہو کر اس نے سلطان صلاح الدین کو دیگر فلاسفر شعراء اور عقلاء کے ساتھ جہنم کے طبقات میں دکھایا ہے، اپنے شاہکار روائن کمیڈی کے باب اول "جہنم" کے کینٹو چہارم میں وہ ان ارواح خبیثہ کا ذکر ہے جو اسی کے صلہ میں سزایاب ہیں، سلطان صلاح الدین برٹس جیسے غدار اور بے وفاؤں کی صف میں مبتلائے عذاب ہیں۔ (باقی)

لہ ملاحظہ ہو ضمیمہ نمبر ۴

بقیہ :- ہم گناہ سے کیسے بچیں؟

گناہ سے اجتناب کے لئے آمادگی آدمی کے اندر اس وقت تک پیدا نہیں ہو سکتی جب تک آخرت کا تصور اس کے اندر صحیح طور پر قائم نہ ہو جائے اور جب تک اس خیال خام کو آدمی ترک نہ کر دے کہ ؎

اب تو آرام سے گذرجاتی ہے
عاقبت کی خبر خدا جانے

بلاشبہ عاقبت کی خبر دہی جانتا ہے مگر جس کو اس نے بتلا دیا ہے وہ بھی جانتا ہے اور اتنا تو سب کو بتلا ہی دیا گیا ہے کہ وہ کیا ہے اگر کوئی مریض یہ کہے کہ طبیب ہی جانتا ہے کہ اس غذا میں کیا نقصان ہے تو اس کو یہی کہا جائیگا کہ طبیب تو جانتا ہے لیکن جب اس نے بتلا دیا ہے تو وہ بھی تو جانتا ہے۔

بقیہ :- افکار و اخبار

کا پچاس سالہ جشن منانے جا رہے ہیں، آپ دنیا کے سامنے اب دوسری قلابازی کیسے کھائیں گے، سبحان اللہ: فنکار کی ہوتی ہے تنفذ ان کا ہوتا ہے، علم و ادب کی خدمت اردو زبان کرے اور اس خدمت سے فائدہ جناب اٹھائیں، دکھ سہیں بی فاختہ اور کوّے انڈے کھائیں عثمانیہ یونیورسٹی گویا جب سے قائم ہوئی تھی اسوقت سے ابتک ہندی یونیورسٹی تھی، خدارا جو کچھ آپ ملک و قوم کے ساتھ یا عوام کے ساتھ کر رہے ہیں کرتے رہیں اور اس کہنے سننے کا ذرہ برابر اثر قبول نہ کریں کیونکہ اب ایک اعمال کا جائزہ لینے والا کوئی نہیں ہے۔

جو گزر کیجئے ثواب ہے آج

مگر اس کا بھی خیال رہے کہ دنیا والے اندھے نہیں ہیں اور انہوں نے نام نہاد کانگریسیوں کی طرح اپنے ضمیروں کا آپریشن نہیں کرالیا ہے آپ مجھے اگر فرقہ پرست کہتے ہیں تو بڑے شوق سے کہئے لیکن افسوس یہ ہے کہ آپ کی رگ و پے میں فرقہ پرستی اس وجہ سرایت کر گئی ہے کہ آپکو ہر طرف برائی ہی نظر آ رہا ہے آپ فرقہ پرستی کا مفہوم سمجھنے سے قاصر ہیں۔

(بشکریہ روزنامہ قائد لکھنؤ)

آج کون ہے جو ہندی زبان کی اہمیت سے واقف نہیں ہے؟

← ہندی میں اسلام کی دعوت سمجھنے کے لیے
← اسلام کے بارے میں پائی جانے والی غلط فہمیوں کو دور کرنے کے لیے

ہندی ہفت روزہ
۱۵۲۵ سوئیوالان، دہلی ۶

کانتی

کا مطالعہ ← انتہائی ضروری ہے

- ملکی اور بین الاقوامی مسائل پر اسلامی نقطۂ نگاہ سے تبصرے۔
- دینی معلومات میں اضافہ کرنے والے مضامین۔
- قرآن، حدیث، کہانیاں، نظمیں اور دوسری دلچسپ چیزیں۔

کانتی کے خود خریدار بنیے دوسروں کو خریدار بنائیے
یا اپنے شہر کے ایجنٹ سے حاصل کیجئے

فی شمارہ ۳۵ پیسے + ششماہی ۹ روپے + سالانہ ۱۸ روپے

صحت کا توازن...

جاڑوں میں ماء اللحم خاص کا استعمال قوت و توانائی بخشتا ہے۔ اس کے صحت بخش اجزا آپ کے رگ و پٹھوں میں سرایت ہو کر نئی جان، تازگی اور چستی پیدا کرتے ہیں۔

ماء اللحم خاص

غذائیت اور توانائی سے بھرپور بہترین ٹانک

سنگ و خشت

اور کھاؤ گنّے!

انشاء — تخلص بھوپالی

برطانیہ کے وزیر خارجہ نے ایک مجمع کو خطاب کرتے ہوئے دہلی میں کہا کہ ۱۹۶۵ء کی ہند و پاک جنگ میں برطانیہ کا موقف حق بجانب تھا اور تشریح کرتے ہوئے بتایا کہ وزیر اعظم برطانیہ مسٹر ولسن کا بیان اقوام متحدہ کی قرارداد کی روشنی میں جاری کیا گیا، سامعین میں سے ایک شخص ایم ایل سوندھی جن سنگھی ممبر پارلیمنٹ نے مسٹر اسٹیوارٹ وزیر خارجہ برطانیہ سے مطالبہ کیا کہ وہ ولسن کے بیان پر معافی مانگیں مسٹر اسٹیوارٹ نے فی البدیہ جواب دیا کہ یہ گناہ کرنے کیلئے تیار نہیں ہوں کیونکہ ولسن کا بیان آج بھی اتنا ہی باوزن ہے جتنا کہ ۱۹۶۵ء میں تھا، نیز میں ولسن نہیں اسٹیوارٹ ہوں، براہ کرم معترض صاحب تصحیح کرلیں، ہمارے جن سنگھی ممبر نے مسٹر اسٹیوارٹ سے معافی مانگنے کو اسلئے کہا کہ — ۱۹۶۵ء کی جنگ میں برطانیہ نے ہندوستان کو جارح قرار دیا تھا۔

سوال یہ ہے کہ اگر ولسن نے کوئی بیان دیا تو وہ ان کے نقطۂ نظر کے تحت تھا، اور کسی کے نقطۂ نظر پر کسی غیر متعلق آدمی سے معافی مانگنے کی درخواست کرنا کہاں تک درست اور مناسب ہے یہ اپنی اپنی سمجھ کی بات ہے۔ ہمارے سوندھی جی یہ بھول گئے کہ وہ اپنے ملک کی نمائندگی کر رہے ہیں اور مسٹر اسٹیوارٹ برطانیہ کی، اور جب یہ دونوں کے سوال و جواب دنیا تک پہونچیں گے تو کس قدر آسانی کے ساتھ وہ رائے قائم کر سکتی ہے! اس پر ایک لطیفہ یاد آیا۔ ایک سردارجی نے کاشت کیلئے ایک رقبہ خرید لیا، گاؤں والے نئے مہمان کی آؤ بھگت میں لگے رہتے تھے ایک دن سردارجی نے اپنے ملازم سے معلوم کیا کہ اگر اس زمین میں گنّے بو دیئے جائیں تو کیسی فصل آئے گی؟ نوکر نے کہا بہت عمدہ گنّا آئے گا، لیکن یہ گاؤں والے سب کھا جاتے ہیں اسی لئے کسی نے آج تک یہاں گنّا نہیں بویا، سردارجی سخت غصہ میں بیٹھے سے کھڑے ہو گئے اور حکم دیا کہ بلاؤ سب گاؤں والوں کو، جب گاؤں والے سب حاضر ہو گئے تو سردارجی نے سب کو ایک سرے سے مارنا شروع کر دیا اور ساتھ ہی کہتے جاتے کہ — اور کھاؤ گنّے، یہی کچھ حال اسٹیوارٹ کا ہوا کہ وہ خود کو غیر متعلق بتا رہے ہیں، کہ انھوں نے بیان نہیں دیا تھا مگر سوندھی جی برابر کہے جا رہے ہیں کہ معافی مانگو! — اور کھاؤ گنّے۔

طلباء کے سرپرست حضرات کیلئے ضروری اعلان

دارالعلوم ندوۃ العلماء میں مقیم اکثر طلبائے دارالاقامہ کے مصارف ماہانہ سرپرست حضرات براہ راست ان کے نام بھیجا کرتے ہیں، اس سلسلہ میں بارہا درخواست کی جا چکی ہے کہ یہ طریقہ دارالعلوم کے منتظمین کے لئے زحمت کا باعث اور طلباء کی اخلاقی درستگی میں خلل انداز ہوتا ہے۔ جب رقوم طلباء کو براہ راست ملتی ہیں تو اول وہ اپنے مصارف ماہانہ متعلقہ دارالعلوم کی ادائیگی میں کسی نہ کسی بہانے تاخیر کرتے رہتے ہیں، اور فیس خوراک وغیرہ کی رقم بے باک ذکر کرتے ہوئے اس رقم کو بیجا طور پر صرف کر دیتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ بیجا طور پر صرف کرنے کے عادی ہو جاتے ہیں جس سے ان کے اخلاق حالات پر برا اثر پڑتا ہے، نیز مطالبات دارالعلوم کی بقایا کی وجہ سے منتظمین دارالعلوم کو دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے — لہٰذا اس سلسلہ میں آپ حضرات سے تعاون کی درخواست ہے کہ آئندہ ماہانہ مصارف طلبہ کے نام قطعاً نہ بھیجے جائیں بلکہ جملہ رقوم، مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ، کے نام ارسال کی جایا کریں، اور کوپن پر طالب علم کا نام اور مصارف کی تفصیل تحریر کر دی جایا کرے۔

(مہتمم دارالعلوم)

نتیجہ امتحان سالانہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ بابت سال ۱۳۸۸ھ

بقیہ نتائج درجات عربی

نوٹ :— درجہ ہفتم عربی کا نتیجہ جلد ہی شائع ہو جائے گا۔

درجہ پنجم عربی

نمبر شمار	اسماء	نتیجہ
۱	عبید اللہ بستوی	کامیاب اول نمبر ۱
۲	منصور حسین	〃 〃 ۲
۳	خالد بیگ	〃 〃 ۳
۴	محمد شفیع	〃 〃 ۴
۵	سید قمر الحسن	〃 〃 ۵
۶	ابو الکلام	〃 〃 ۶
۷	آفتاب احمد	〃 〃 ۷
۸	عبد العزیز	〃 〃 ۸
۹	نفیس الرحمٰن خاں	〃 〃 ۹
۱۰	ابو مظفر عالم	〃 〃 ۱۰
۱۱	خلیل الرحمٰن	〃 〃 ۱۱
۱۲	مبارک حسین	〃 〃 ۱۲
۱۳	عبد الحکیم	〃 〃 ۱۳
۱۴	محمد رضا بن جان محمد	〃 دوم ۱۴
۱۵	سید محمد عبد الرشید	〃 〃 ۱۵
۱۶	عطی اللہ بستی	〃 〃 ۱۶
۱۷	مخدوم احمد	〃 〃 ۱۷
۱۸	طلحہ بن ابو سلمہ	〃 〃 ۱۸
۱۹	احمد سعید جمالی	〃 〃 ۱۹
۲۰	حافظ ہارون رشید - سارن	〃 〃 ۲۰
۲۱	سید محمد احمد حسانی - پھلولی	〃 〃 ۲۱
۲۲	ایوب عالم	〃 〃 ۲۲
۲۳	عبد الرزاق - بستی	〃 〃 ۲۳
۲۴	حساب اللہ - بستی	〃 〃 ۲۴
۲۵	حسین احمد	〃 〃 ۲۵
۲۶	عبد الحمید - بستی	〃 〃 ۲۶
۲۷	عبد اللہ جاوید	〃 〃 ۲۷
۲۸	سید مبین اشرف	مترقی
۲۹	ضیاء الرحمٰن	مترقی
۳۰	نفیس احمد خاں	مترقی
۳۱	محمد عبید اللہ اندوری	مترقی
۳۲	سلیم احمد	مترقی
۳۳	عبید الرحمٰن	مترقی

درجہ ششم عربی

نمبر شمار	اسماء	نتیجہ
۱	عبد السبحان	کامیاب اول نمبر ۱
۲	محمد حبیب الرحمٰن	〃 دوم ۲
۳	عبید اللہ صدیقی	〃 〃 ۳
۴	عبد اللہ شہاب الدین	〃 〃 ۴
۵	حبیب اللہ	〃 〃 ۵
۶	محمد محسن	〃 〃 ۶
۷	ابو الکلام	〃 〃 ۷
۸	عبد الحکیم	〃 〃 ۸
۹	احمد الرحمٰن	〃 سوم ۹
۱۰	محمد اسماعیل افریقی	〃 〃 ۱۰
۱۱	محمد فاروق	〃 〃 ۱۱
۱۲	تجمل حسین	مترقی
۱۳	احمد مجتبیٰ	مترقی
۱۴	عبد الواحد - ضمنی	الانشاء
۱۵	امتیاز احمد - ضمنی	مختارات - انشاء
۱۶	نجم الدین عبد الباری - ضمنی	مشکوٰۃ - انشاء
۱۷	محمد یعقوب خاں - ضمنی	قرآن مجید - مشکوٰۃ
۱۸	جمیل الدین - ضمنی	مشکوٰۃ - تاریخ جاہلی
۱۹	محمد لئیق	نتیجہ محفوظ
۲۰	منصور احمد	نتیجہ محفوظ
۲۱	سید محمد عزیز	نتیجہ محفوظ

درجہ ہشتم عربی

نمبر شمار	اسماء	نتیجہ
۱	احمد کمال	کامیاب اول نمبر ۱
۲	محمد اظہر	کامیاب اول نمبر ۲
۳	محمد عصمت	〃 دوم ۳
۴	محمد صالح سورتی	〃 〃 ۴
۵	محمد یعقوب دھنشے	〃 〃 ۵
۶	عبد الصمد	〃 〃 ۶
۷	محمد ہارون بمبئی	〃 〃 ۷
۸	محمد غیاث	〃 〃 ۸
۹	ضیاء الحق لاری	〃 〃 ۹
۱۰	محمد خالد مسعود	〃 〃 ۱۰
۱۱	انیس احمد اعظمی	〃 〃 ۱۱
۱۲	شکیل احمد	〃 〃 ۱۲
۱۳	محمد عمر بمبئی	〃 سوم ۱۳
۱۴	محمد حبیب الرحمٰن	〃 〃 ۱۴
۱۵	ایوب بن ابراہیم	ترقی درجہ
۱۶	محمد طارق	ترقی درجہ
۱۷	بشیر احمد میسوری	ترقی درجہ
۱۸	محمد زین الدین ضمنی	شرح فقہ اکبر
۱۹	اقبال حسین ضمنی	قرآن مجید و فوز الکبیر
	. . . .	الادب العربی
۲۰	امیر الدین ضمنی	ترمذی - شرح فقہ اکبر
۲۱	نذر الاسلام ضمنی	المدخل
۲۲	محمد یوسف ہاشم ضمنی	الانشاء - الطریق الی المدینہ
۲۳	جلال الدین	نتیجہ محفوظ
۲۴	محمد صفوان خاں	نتیجہ محفوظ

فضیلت دینیات سال آخر

نمبر شمار	اسماء	نتیجہ
۱	محمد ولی اعظم	کامیاب اول نمبر ۱
۲	محمد انیس خاں	〃 〃 ۲
۳	عبد الحکیم	〃 〃 ۳

("باقی صفحہ ۱۵ پر")

دارالعلوم ندوۃ العلماء

لکھنؤ

از حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ

دارالعلوم ندوۃ العلماء، عالم اسلام کا مشہور دینی و علمی مرکز ہے جو چھہتر سال سے علم دین کی خدمت انجام دے رہا ہے اور الحمد للہ اس کے فضلاء ہندوستان اور بیرون ممالک میں علمی و دینی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

یہ حقیقت نہایت قابل توجہ ہے کہ مسلمانوں کی ہر طرح کی فلاح و بہبود ان کے اس دین سے وابستہ ہے جسکو لیکر حضور اکرم سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے، مسلمان جسقدر اس حقیقت کیطرف توجہ کرینگے اور جسقدر دینی کاموں میں دلچسپی اور بلند ہمتی سے حصہ لیں گے اسیقدر اللہ تعالیٰ کیطرف سے انکی حفاظت و کامیابی کا فیصلہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان تنصروا اللہ ینصرکم ویثبت اقدامکم (اگر تم اللہ کی مدد کروگے وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جما دیگا)

ہندوستان کے موجودہ حالات میں ایسے دینی و علمی اداروں کے استحکام نہایت ضروری ہے جو اسلام کی حفاظت اور مسلمانوں میں علم دین کی اشاعت کیلئے کوشش کررہے ہیں، الحمد للہ کارکنان دارالعلوم ندوۃ العلماء بھی اپنی جد و جہد میں مصروف ہیں، اللہ تعالیٰ اخلاص و قبولیت سے نوازے۔

اسوقت دارالعلوم میں ہندوستان کے دور دراز علاقوں کے علاوہ جنوبی افریقہ، مشرقی افریقہ، ملیشیا، مڈغاسکر، نیپال وغیرہ کے طلبہ بھی زیر تعلیم ہیں، طلباء کی مجموعی تعداد سات سو انچاس ہے۔ اس سال غیر مستطیع طلبہ کو تقریباً نوے ہزار روپے کے وظائف (اسکالرشپ) دیے گئے، حضرات مدرسین اور اساتذہ کی مجموعی تعداد ساٹھ ہے، اسوقت ندوۃ العلماء کے سالانہ اخراجات تقریباً چار لاکھ ہیں۔

ملک میں شدید گرانی اور اس سے پیدا شدہ مشکلات کا اب ہر شخص کو اندازہ ہو چکا ہے، اس صورتحال کا سخت اثر دارالعلوم پر بھی ہے اور اسکو اپنے ضروری اخراجات پورا کرنے میں شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے، اجتماعی بڑے کام بغیر عمومی تعاون کے انجام نہیں پاتے ہمارے مسلمان بھائیوں کو اس اہم کام کی طرف فیاضی و حوصلہ سے توجہ کی ضرورت ہے خصوصاً رمضان المبارک میں، صحیح روایات کے مطابق اس ماہ مبارک میں ہر عمل کا ثواب ستر گنا ملتا ہے، علم دین اور طالبان علم دین پر مسلمانوں کی جو کمائی پاک خرچ ہوگی، انشاء اللہ وہ آخرت میں اجر عظیم اور دنیا میں خیر و برکت کا باعث ہوگی۔ میں تمام مسلمانوں خصوصاً اہل استطاعت سے گذارش کرتا ہوں کہ وہ حسب حیثیت فراخدلی دارالعلوم کی مدد فرما کر عند اللہ ماجور ہوں، رمضان المبارک اور اسکے علاوہ مختلف اوقات میں بعض حضرات اساتذہ و سفراء دارالعلوم کے سلسلہ میں مختلف علاقوں میں تشریف لے جاتے رہتے ہیں، مقامی طور پر اگر دردمند و اہل خیر حضرات دلچسپی سے تعاون فرمائیں تو انشاء اللہ دارالعلوم کی اعانت کا بڑا کام ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے دین کی خدمت و حمایت اور نصرت کی دولت سے سرفراز فرمائیں۔ آمین

نوٹ :- جو حضرات براہ راست اپنی رقوم بھیجیں وہ مندرجہ ذیل پتہ پر روانہ فرمائیں، رقوم جس مد کی ہو اسکی صراحت ضروری ہے، چیک و ڈرافٹ پر بھی مندرجہ ذیل پتہ ہو گا

ناظم صاحب ندوۃ العلماء، ندوہ، لکھنؤ

NAZIM NDWATUL ULAMA - LUCKNOW

شائع کردہ **شعبۂ تعمیر و ترقی دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ۔** ۲۰ رمضان المبارک ۱۳۸۸ھ